

اہل حق میثیا سرور

دفاع اوکاڑوی

بجواب

تعاقب
اوکاڑوی



شائع کردہ اہل حق میڈیا سروس

کتاب کا نام..... دفاعِ اوکاڑویؒ بجوابِ تعاقبِ اوکاڑویؒ

باہتمام..... اہل حق میڈیا سروس

کمپوزنگ..... اہل حق کمپوزنگ ٹیم

ناشر..... اہل حق میڈیا سروس

فہرست مضامین

حصہ اول					
﴿ایک خط کا جواب﴾					
نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	ابتدائیہ	۱۲	۱۵	اوکاڑویؒ کا تعاقب (جواب)	23
۲	پہلی فتح	12	۱۶	گستاخ رسول	23
۳	ایک اہم واقعہ	13	۱۷	کذب و افتراء	24
۴	پہلی شکست	13	۱۸	فراڈ	24
۵	کل کی پیداوار	14	۱۹	تناقضات	24
۶	تقلید (غیر مقلدین کا دوغلا پن)	14	۲۰	دو صحابہؓ سے عطاء کی ملاقات (وضاحت)	25
۷	سلفی (غیر مقلدین مقلد پرست)	15	۲۱	ایک اور تناقض	25
۸	ماننا	16	۲۲	لاڑکانہ کا مناظرہ	25
۹	صحیح حدیث پر عمل	16	۲۳	رکعات تراویح	26
۱۰	شرم کی بات (غیر مقلد کا کوئی اصول نہیں)	18	۲۴	سنت مؤکدہ	27
۱۱	وضاحت	20	۲۵	تقلید	27
۱۲	دلائل اہل سنت	20	۲۶	اہل السنۃ والجماعۃ	28
۱۳	صحیحین کے راوی	21	۲۷	تقلید	30
۱۴	ابوشیبہ	22	۲۸	تقلید شخصی	31

فہرست مضامین

حصہ دوم		
﴿رسالہ امین اوکاڑوی کا تعاقب ایک نظر میں﴾		
نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	پہلی بات (ابن ابی لیلیٰ کی جرح کا جواب)	37
۲	دوسری بات (بزرگ سید شمس الحق صاحب کی کرامت کا جواب)	40
۳	تیسری بات (کشف پر اعتراض کا جواب)	41
۴	چوتھی بات (حضرت زکریا صاحبؑ کے الفاظ پر اعتراض کا جواب)	42
۵	پانچویں بات (حضرت اوکاڑویؒ کے داماد پر اعتراض کا جواب)	45
۶	چھٹی بات (سندھی بلوچی جواہل حدیث ہوئے، اعتراض کا جواب)	48
۷	ساتویں بات (تقلید اور روافض)	53
۸	آٹھویں بات (داڑھی کے بارے میں فتویٰ کا جواب)	57
۹	تکملہ نمبر ۹ (رفع یدین اور ترک رفع یدین)	58
۱۰	نمبر ۹ (علی محمد حقانی کی عبارت میں تعارض کا جواب)	60
۱۱	نمبر ۱۰ (مولانا مفتی محمد ولی درویش کی عبارت میں تعارض کا جواب)	62

مُقَدِّمَت

کفار کا اہل اسلام سے جنگ کے دوران ایک وطیرہ یہ بھی رہا ہے کہ اہل اسلام کی توجہ ایک سے زیادہ محاذوں پر مبذول کروادی جائے۔ یورپ کے انگریز جب برصغیر پاک و ہند آئے تو اپنے اصول "divide and rule" کے مطابق مسلمانوں کی توجہ بٹانے کے لیے اپنے ساتھی عیسائی مشنریوں کی بھی ایک بڑی تعداد لائے۔ جہاں جہاں انگریز کا قبضہ ہوتا جاتا وہاں وہاں عیسائی مشنریوں کو تبلیغ کرنے کی اجازت اور آزادی مل جاتی۔ اس سے علماء اسلام کو انگریزی فوجوں سے جہاد کے ساتھ ساتھ عیسائی مشنریوں سے قلمی جہاد بھی کرنا پڑتا کبھی کبھی مجمع عام میں مناظرے بھی کرنے پڑتے۔ مسلمانوں کی توجہ بٹانے کے لیے صرف یہ ہی کافی نہیں تھا 1857 کی جنگ آزادی کی بعد انگریزوں نے مسلمانوں کی طرف سے بڑھتی ہوئی جارحیت کے بارے میں بنیادی معلومات حاصل کرنے کے لیے ایک خاص کمیشن کو برصغیر بھیجا جس نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا کہ مسلمان اپنے علما پر بہت اعتماد کرتے ہیں اسی لیے انکی جارحیت کم کرنے کے لیے انہی میں سے ایسے لوگ کھڑے کیے جائیں جو مسلمانوں کے مذہبی لیڈر بن کر نہ صرف جہاد کی ممانعت کریں بلکہ مسلمانوں کی توجہ بھی بٹائیں۔ چنانچہ مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے کی انگریزی کوششوں کے نتیجے میں 3 بڑے فتنے وجود میں آئے۔ جب کبھی برصغیر میں جاں نثاران اہلحق کے باطل کے ساتھ علمی معرکے ہوئے اہل باطل نے عوام کی توجہ اپنی شکست سے ہٹانے کے لیے اہلحق پر اس طریقے سے اعتراضات کیے جس سے وہ عوام کو اہلحق کے علمی مباحث سے دور رکھ سکیں۔ کبھی ان عشاقِ رسول پر گستاخی رسول کا گھٹیا الزام لگایا جاتا۔ کبھی ان مجاہدین پر انگریز کے ایجنٹ ہونے کا الزام لگایا جاتا اور کبھی ان مجاہدین ختم نبوت پر انکا ختم نبوت کا الزام لگایا جاتا۔

فتنہ لاندہیہ غیر مقلدیت اور بریلویت :-

برصغیر پاک و ہند میں اس سب کی شروعات تو احمد رضا خاں صاحب سے ہی ہو چکی تھی اور تھوڑا عرصہ پہلے تک تو اس قسم کا کام اہل بدعت ہی کرتے آئے تھے لیکن مناظر اسلام فاتح غیر مقلدیت استاذ العلماء والمناظرین الشیخ العلامة مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی سوالات سے عاجز آ کر علماء دیوبند کے خلاف فتنہ لاندہیہ کے پیٹولماؤں نے بریلوی مواد استعمال کرنا شروع کر دیا۔ طالب الرحمن زیدی شیعہ نے اپنی کتاب الدیوبندیہ کا مواد ارشاد الحق قادری کی بدنام زمانہ کتاب زلزلہ سے چوری کیا۔ اسی طرح زبیر علی زئی نے

بھی اکابرین پر اعتراضات کے لیے احمد رضا خاں کا مواد استعمال کیا جیسے کہ حضرت علامہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تحذیر الناس عن اثر ابن عباس کی نامکمل عبارات سے وہی پرانہ انکارِ خاتمیت کا رونا رونا شروع کر دیا اسکے علاوہ اپنی کتاب اوکاڑوی کے تعاقب میں صفحہ 7 سے 9 (طبع نعمان پبلیکیشنز) پر دیے گئے حوالوں میں آدھے سے زیادہ "بریلوی مارکہ" ہیں۔

حضرت الشیخ علامہ مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے کہ میری زندگی میں یہ میرے پرکچھ نہیں لکھیں گے لیکن جب میں مرجاؤں گا تب دیکھنا میرے پر کیا کیا لکھیں گے۔ چنانچہ آج جس رسالے "اوکاڑوی کے تعاقب میں، پر ایک نظر" کو آپ پڑھنے جارہے ہیں یہ فتنہ لامذہبیہ فتنہ غیر مقلدیت کے مجتہدِ دوراں زیرِ علیزی کذاب (زیرِ علیزی کے جھوٹوں پر علامہ عبدالغفار ذہبی مدظلہ العالی ایک مستقل رسالہ لکھ چکے ہیں) نے حضرت الشیخ علامہ مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ کی پیشین گوئی کو پورا کرتے ہوئے حضرت پر ایک کتاب لکھی۔ یہ کتاب اصل میں ایک خط ہے (زیرِ علیزی خود کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے "یہ کتاب" امین اوکاڑوی کا تعاقب "ایک کھلا خط ہے جسے امین اوکاڑوی صاحب کی زندگی میں انکی خدمت میں بھیجا تھا" اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ 5 طبع نعمان پبلیکیشنز) جو زیرِ علیزی نے حضرت کو لکھا تھا جس کا جواب حضرت نے اپنی زندگی میں ہی لکھ دیا تھا جو تجلیات میں بھی شامل ہے۔ جسکو مزید اضافے کے بعد حضرت کی وفات کے بعد شائع کروایا گیا حیرت اس بات پر ہے کہ خط میں اضافے کے بعد شائع کر دیا گیا لیکن جن باتوں کا جواب مل چکا تھا انکو نکالا کیوں نہیں گیا؟؟؟۔

اگر کتاب کا موضوع اور مقصد دیکھا جائے تو یہ زیادہ سے زیادہ بھی 20 یا 25 صفحات کا رسالہ ہونا چاہیے تھا لیکن علیزی نے کتاب کا حجم بڑھانے کے لیے غیر متعلقہ باتوں کو شامل کیا ہے مثال کے طور پر کتاب کے شروع میں ہی دیوبند اور انگریز اور دیوبند اور ہندو کے عنوان سے دو باب باندھ دیے (جن میں آدھے سے زیادہ حوالا جات بریلویوں سے چوری کیے گئے ہیں)۔ کتاب کے درمیان میں تقریباً 35 صفحات کا ایک رسالہ حضرت اوکاڑوی کے ایک مضمون جو مسئلہ تراویح سے متعلقہ تھا، کا جواب ہے۔ اسی طرح کتاب کے آخر میں علیزی صاحب نے اپنا 11 صفحات کا رسالہ جو کہ تراویح کے مسئلہ پر ہے لگا دیا۔ اس رسالے سے پہلے 3 صفحات میں وہ نکات جمع کیے ہیں جن کا امام المناظرینؒ سے جواب مانگا ہے حالانکہ تقریباً ان تمام نکات کا جواب امام المناظرینؒ اپنی زندگی میں ہی دے چکے تھے، جسکو تجلیات سے ہم اس رسالے میں بھی شامل کر رہے ہیں۔

زیرِ علیزی صاحب جو عموماً دیوبندیوں کو کہا کرتے ہیں کہ "میری کتابوں کا جواب ایسے دو جیسے مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے بریلوی مولوی کی کتاب انوارِ ساطعہ کا برابرینِ قاطعہ کی صورت میں دیا، چنانچہ اپنی کتاب امین اوکاڑوی کے تعاقب کے (طبع نعمان پبلیکیشنز) صفحہ 26 پر لکھتے ہیں "اوکاڑوی صاحب کو چاہیے تھا کہ جس طرح خلیل احمد انپٹھوی دیوبندی نے عبدالسمیع رامپوری کی کتاب

"انوار ساطعہ کو اوپر لکھ کر نیچے" براہین قاطعہ" کے نام سے اسکا جواب لکھا تھا۔ میری اس کتاب کو متن میں درج کر کے نیچے حاشیہ پر اسکا مکمل جواب لکھتے تاکہ عام لوگوں کے سامنے دونوں موقف واضح ہو جاتے خیران لوگوں کی یہ ہمت نہیں کہ وہ ایسا کر سکیں، والحمد للہ"۔ لیکن دیوبندیوں کو کچھ لکھتے وقت شاید وہ یہ مطالبہ بھول جاتے ہیں یا شاید یہ صرف دیوبندیوں کے لیے ہی ہے۔ بہر حال اس کتاب میں علیزی صاحب نے حضرت اوکاڑویؒ کا جواب شامل نہیں کیا بلکہ اسکا جواب الجواب ضرور شامل کیا ہے۔ حیرانگی اس بات کی ہے کہ زبیر علیزی صاحب جواب دیتے وقت اکثر جس چیز کا جواب ہوا اسکا مکمل متن تو نہیں دکھاتے لیکن کچھ تصویری ٹکڑے ضرور لگاتے ہیں۔ لیکن امام المناظرین کے جواب کے ایسے ٹکڑے لگانا بھی بھول گئے لیکن اس سے نیچے ہی حضرت کے ایک مضمون کا جواب لکھا ہے جسکے ٹکڑے لگائے گئے ہیں۔

زبیر علیزی کا حضرت شیخ المناظرین مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ پر جھوٹ:-

علیزی نے اپنی کتاب کے صفحہ 12 پر ایک حوالہ دیا ہے ”آٹھ تراویح اور اکابرین دیوبند“ یہاں پر اس نے ایک حوالہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ 195 کا بھی دیا ہے۔ جس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ بھی 8 تراویح کے قائل ہیں۔ اسی طرح موصوف نے اپنی کتاب ”تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ“ کے صفحہ 109 پر بھی حضرت کی کتاب کے دو حوالے براہین سے ہی نقل کیے ہیں ایک صفحہ 8 اور دوسرا صفحہ 195 کا چونکہ پہلا حوالہ علیزی نے صفحہ 8 کا دیا ہے اسی لیے پہلے اسی پر بات کر لیتے ہیں۔

سب سے پہلے علیزی کی نامکمل نقل کردہ صفحہ 8 سے عبارت ملاحظہ ہو۔

”البتہ بعض علماء نے جیسے ابن ہمام آٹھ کو سنت اور زاید کو مستحب لکھا ہے سو یہ قول قابل طعن کے نہیں“

﴿براہین قاطعہ صفحہ ۸﴾

تشریح:-

سب سے پہلے تو زبیر علیزی کذاب و خائن نے عبارت مکمل نہیں کی اور نہ ہی اس مسئلہ کی وضاحت عوام کے سامنے آئی کے حضرت نے یہ بات کیوں لکھی۔ وہاں مسئلہ یہ چل رہا کہ بریلوی عالم نے غیر مقلدین سے متاثر ہو کر اپنی بدعات کا دفاع کرنے کے لیے لکھا کہ ”تراویح بیس پڑھنی بدعت ہیں آٹھ سنت ہیں“ تو حضرت نے اسکا جواب دیا۔

”تراویح آٹھ سے زیادہ کو بدعت کہنا قول کسی عالم کا نہیں بلکہ قول سفہا کا ہے ایسے اقوال ساقطہ کا ذکر یہاں بے محل ہے البتہ بعض

علماء نے جیسے ابن ہمام آٹھ کو سنت اور زاید کو مستحب لکھا ہے سو یہ قول قابل طعن کے نہیں۔“

یہاں پر حضرت نے آٹھ تراویح سے زیادہ کو بدعت کہنے والے کو سفہا میں شامل کیا اور بعض کا لفظ استعمال کر کے چند علماء کے ”تفرّد“ کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ بتلایا کہ وہ بھی آٹھ سے زیادہ کو بدعت نہیں کہتے بلکہ مستحب کہتے ہیں اسی لیے بریلوی کی بات غلط ہوئی۔ لیکن زبیر علیزی کی دھوکہ بازی دیکھیے کہ حضرت کے الفاظوں کو غلط استعمال کر کے لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ حضرت

صفحہ 52 پر چند علماء کے نام لکھ کر اور تمام دیوبندیوں کو فقہا کی فہرست سے نکال دیا ہے بلکہ انکو فقہیہ سمجھنے کو بھی کذب اور ابطال الابطیل کہا ہے چنانچہ لکھا ہے۔

”آل دیوبند، حسن بن زیاد لولوی، بشر بن غیاث مرسی، محمد بن الحسن الشیبانی (شاگرد امام ابوحنیفہؒ) اور زہد الکوثری وغیرہم کو فقہا سمجھنا کذب محض اور ابطال الابطیل ہے۔“

صفحہ 55 کی آخری سطر پر لکھتے ہیں۔

”اوکاڑوی جیسے جاہلوں“

صفحہ 57 پر لکھتے ہیں۔

”اوکاڑوی صاحب کذاب و متروک ہیں“

اسی صفحہ پر ایک جگہ لکھتے ہیں

”اوکاڑوی شعبہ بازی“

صفحہ 60 پر امام طحاویؒ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”طحاوی نے یہ جھوٹ لکھ رکھا ہے“

صفحہ 61 پر تمام مقلدین کو جاہل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں

”مقلدین حضرات اتنے بڑے جاہل ہوتے ہیں کہ جس کی انتہا نہیں۔“

اسی صفحہ کے آخر میں مولانا محمد عبدالقدوس قارن کے بارے میں لکھتے ہیں

”سرفراز خان صفدر کا یہ جاہل بیٹا لکھتا ہے کہ“

صفحہ نمبر 67 پر لکھتے ہیں

”اوکاڑوی صاحب کی جہالت اتنی شدید ہے“

زبیر علی زئی کی آئمہ حدیث کے خلاف گستاخانہ زبان: (بحوالہ علمائے دیوبند پرنسپل زئی کے اعتراضات کے جوابات

صفحہ 72-74)۔

نوٹ: جب میں نے علی زئی کی کتاب کا تجزیہ کرنا شروع کیا تو جگہ جگہ محدثین اور آئمہ کرام کی شان میں برے الفاظ نظر آئے جب مزید تحقیق کرنے کی غرض سے دوسری کتب دیکھیں تو علمائے دیوبند پرنسپل زئی کے اعتراضات میں بھی اس قسم کے حوالے نظر آئے لہذا خود سے کچھ کرنے کی بجائے اسی کتاب کے حوالے سے یہاں دیا جا رہا ہے۔

علی زئی نے یہاں پر ہی بس نہیں کی بلکہ اس نام نہاد اہلحدیث نے آئمہ حدیث کی شان میں بھی گستاخیاں کیں۔ مثلاً امام دارالہجر حضرت مالک بن انس نے ایک راوی پر جرح کی تو اس کے جواب میں زبیر علی زئی نے امام مالک کی نیت پر حملہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”امام مالک وغیرہ نے ذاتی دشمنی کی وجہ سے انہیں شدید جروح کا نشانہ بنایا ہے۔“

﴿الکوکب الدریہ صفحہ 46﴾

امام ترمذی کا حدیث میں جو مقام ہے وہ کسی تعریف کا محتاج نہیں ہے، امام موصوف نے ایک حدیث (جو زبیر علی زئی کے مسلک کے خلاف ہے) کو صحیح اور حسن قرار دیا تو زبیر علی زئی اس پر ان کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ابن جریج مدلس کی یہ روایت عن سے ہے اور عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ (غیر صحیحین میں) مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔ ابن جریج کی تدلیس کے باوجود امام ترمذی کا اسے ”حسن صحیح غریب“ کہنا عجیب و غریب ہے۔“

﴿الکوکب الدریہ صفحہ 33﴾

گویا زبیر علی زئی کی نظر میں امام ترمذی جیسے محدث کا مقام عام طالب علموں سے بھی کم ہے۔

ۛ

بریں عقل و دانش ببايد گريست
جليل القدر محدث امام اسحاق بن ابی اسرائیل کو زبیر علی زئی نے **قليل العقل (کم عقل)** قرار دیا ہے۔

﴿نور العینین طبع سوم 2005 صفحہ 228﴾

اسی طرح زبیر علی زئی جلیل القدر محدث امام ابن الترمکانیؒ کی توہین کرتے ہوئے ان کے خلاف یہ عنوان قائم کیا ہے:

”ان الترمکانی کی چیرہ دستیائیں“

﴿نور العینین طبع سوم 2005 صفحہ 139﴾

محدث کبیر حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م 775ھ) جو علامہ عراقیؒ (استاذ حافظ ابن حجرؒ) وغیرہ جیسے آئمہ حدیث کے استاد ہیں۔ امام محمد بن احمد الفاسیؒ (م 832ھ) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”وكان ذا عناية بالفقه والحديث، وغير ذالك، ولديه فضل“

﴿ذیل التتید جلد 2 صفحہ 140﴾

حافظ ابوالفضل کئی (م 881ھ) فرماتے ہیں:

”الامام، العلام، الحافظ“

﴿ذیل تذکرۃ الحفاظ جلد 5 صفحہ 105﴾

اس قدر بلند پایہ محدث بھی زبیر علی زئی کی تنقید اور توہین کا نشانہ بننے سے محفوظ نہ رہ سکے۔ چنانچہ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

”عبدالقادر القرشی وغیرہ متعصبین اور بے کار لوگوں کا اسے ”امام الکبیر“ قرار دینا چنداں مفید نہیں ہے۔“

﴿نصر الباری صفحہ 38﴾

مشہور حافظ الحدیث امام احمد بن عمرو البزار (م 203ھ) صاحب السنن کی ایک روایت کو علی زئی معلول (ضعیف) قرار دیتے ہوئے ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”حافظ بزار بذات خود متکلم فیہ ہے“ ﴿الحدیث 23/29﴾

جلیل القدر محدث امام حاکم نسیساپوری (م 405ھ) جو ”المستدرک“ وغیر بلند پایہ کتب حدیث کے مصنف ہیں، علی زئی نے خواہ مخواہ ان کو واہمی قرار دے دیا۔ خود علی زئی کے اپنے ایک اہم مسلک حافظ ثناء اللہ ضیاء غیر مقلد اس پر زبیر علی زئی سے احتجاج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جب کہ امام حاکم لازوال قوت یادداشت کے مالک تھے۔ ایک مضبوط حافظہ کے مالک امام کا وہم کا شکار قرار دیا جائے۔ یہ تو سیدھا سادھا امام حاکم پر جارحانہ حملہ ہے۔“

اسکے جواب میں زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

”المستدرک کے اوہام اہل علم پر مخفی نہیں ہیں، بعض جگہ مطبعی اخطاء (غلطیاں) ہیں اور بعض مقامات پر خود امام حاکم کو اوہام ہوئے

ہیں“ ﴿الحدیث 57/28﴾

الغرض علی زئی نے نہ اپنی کتاب میں نہ صرف جگہ جگہ علمائے دیوبند کے بارے میں سخت زبان استعمال کی ہے بلکہ آئمہ محدثین بھی اسکی زبان سے بچ نہیں سکے۔ ابن حزم کے بارے میں ابوالعباس ابن العریف نے کہا ہے کہ ”ابن حزم کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار دو سگی بہنیں ہیں۔“ (ملخص از تذکرۃ الحفاظ جلد 3 صفحہ 772) لیکن اگر ابوالعباس نے زبیر علی زئی کذاب کی کتابیں پڑھی ہوتیں تو وہ یقیناً ابن حزم کو بھول جاتے۔

زبیر علی زئی نے تو نامکمل جواب کا نعرہ لگا کر جواب دینے اور حق قبول کرنے سے جان چھڑالی تھی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی انور اکاڑوی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائیں جنہوں نے ”الخیز“ میں علی زئی کے پراپیگنڈے کا بہترین جواب دیا۔ آخر میں اہل میڈیا سروسز کی ٹیم کے ان تمام ساتھیوں کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنہوں نے اس کو رسالے کی صورت میں شائع کرنے میں مدد دی۔

ملنگ

(ترجمان اہل حق میڈیا سروسز)

ایک خط کا جواب

وکیل احناف مولانا محمد امین صفدر صاحب مدظلہ نے مسئلہ
تراویح پر ایک رسالہ لکھا تو اس کے جواب میں ایک غیر مقلد
زبیر علیزی نے ایک خط لکھا۔ اس خط کے جواب میں مولانا
موصوف نے یہ مضمون تحریر فرمایا۔

(مرتب)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد

ہمارے پاک پیغمبر خاتم الانبیاء رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری امت میں تہتر (73) فرقے بن جائیں گے جن میں سے
ایک جنات پانے والا ہوگا۔ مانا علیہ واصحابی جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين۔ لازم
پکڑو میری سنت کو اور خلفاء راشدین کے طریقے کو۔ اس لیے نجات پانے والی جماعت اہل السنّت والجماعة کے نام سے معروف ہے۔ اور جس
طرح قرآن پاک سات متواتر قراتوں کے ذریعہ امت میں متواتر ہے۔ شیخ عبدالغنی المجردی دہلوی المدنی ابن ماجہ کے حاشیہ پر خلفائے
راشدین والی حدیث کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

هم الخلفاء الخمسة بعده ﷺ اعني ابو بكر وعمر و عثمان وعلياً والحسن رضي الله تعالى عنهم الذي ينطبق
على خلافتهم هذا الحديث الخلافة بعدى ثلاثون سنة فهذه الخمسة لا شك لاحد من اهل السنة انهم موارد لحديث
الخلافة ومن العلماء من عمم كل من كان على سيرته عليه السلام من العلماء والخلفاء كالائمة الاربعة المتبوعين
المجتهدين (النجاح الحاجص 5 ص 8)

"وہ پانچ خلیفے ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسنؓ جن پر یہ حدیث منطبق ہوتی ہے کہ میرے بعد خلافت 30 سال ہوگی۔ اور اہل السنۃ میں سے کسی ایک کو بھی ان پانچوں کے خلفاء راشدین ہونے میں شک نہیں اور بعض علماء نے اس حدیث کو عام رکھا ہے کہ تمام وہ علماء اور خلفاء مراد ہیں جو آپ ﷺ کی سیرت پر تھے جیسے چاروں امام جو مجتہد ہیں اور جن کی تقلید کی جاتی ہے اور عمر بن عبدالعزیز وغیرہ۔"

چنانچہ اس حدیث پاک کے موافق اہل السنۃ کے چاروں مذاہب ہی نجات پانے والے قرار پائے۔ لیکن اب قرب قیامت کا زمانہ ہے جس کے بارہ میں رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تم دیکھو کہ لوگ بخل پر ڈٹ جائیں، خواہش نفس کی تقلید کرنے لگیں اور ہر شخص اپنی ہی رائے پر نازاں ہو جائے تو (تبلیغ ان کو کوئی فائدہ نہ دے گی) اپنے بچاؤ کی فکر کرنا (ابن ماجہ ص 290) اس حدیث پاک کی شرح میں حضرت ملا علی قاری المکی اور شاہ عبدالغنی فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید چھوڑ دے (اور خود رائی اور نفس پرستی کو دین قرار دے لے) حاشیہ نمبر 4۔

چنانچہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی الآیات بعد الماتین کے مطابق تیرہویں صدی میں کچھ لوگ مادر پدر آزاد ہو گئے اور سنت رسول ﷺ اور جماعت صحابہ کو خیر باد کہہ کر اہل السنۃ والجماعت نام بھی چھوڑ گئے اور اپنا نام اہل حدیث رکھا اور سنت رسول اور جماعت صحابہ کے مقابلہ میں حدیث نفس پر عمل کرنے لگے اور ائمہ اربعہ کے مقابلہ میں اپنی خود رائی اور نفس پرستی پر مرنے لگے۔ پھر ان میں سے بعض ترقی کر کے اہل قرآن کہلانے لگے۔ ان میں ایک شخص محمد جو ناگڑھی نامی ہوا۔ تو یہ اس کی طرف نسبت کر کے محمدی کہلانے لگے اور کچھ ان میں سے آگے نکل کر احمدی بن بیٹھے۔ کوئی اپنے مدرسے کا نام اور مسجد کا نام جامع مسجد محمدیہ رکھنے لگے تو کوئی جامع مسجد احمدیہ رکھنے لگے۔ ائمہ اربعہ کی تقلید کو یہ سب لوگ شرک اور حرام کہتے ہیں۔ اور اہل السنۃ والجماعت کو مشرک اور عیسائیوں اور مرزائیوں سے بھی بدتر کہتے ہیں۔ چنانچہ غیر مقلد پروفیسر عبداللہ بہاولپوری نے اپنے رسائل میں صاف صاف لکھا ہے کہ ان سے تو عیسائی اور مرزائی اچھے ہیں ص 3۔ چنانچہ رات دن ان کا قلم اور ان کی زبان ائمہ اربعہ کی تقلید کو حرام اور شرک کہنے پر چل رہی ہے۔

ابتداءً:

میرے کئی ایک مضامین مسئلہ تراویح پر چھپ کر اہل سنت میں مقبول ہوئے فللہ الحمد۔ گذشتہ رمضان میں بھی موقوف ماہنامہ "الخیر" میں تراویح پر ایک مضمون لکھا۔ اس کے جواب میں ۵۵ صفحات کا ایک خط موصول ہوا۔ مارکر کے ساتھ ہر صفحہ پر چند سطریں لکھی ہیں اور اپنے فرقہ کو تاثر دیا ہے کہ میں نے بڑا مفصل جواب لکھا ہے۔ یہ خط پڑھ کر میرے دل میں اپنے مضمون کی قدر و قیمت اور بڑھ گئی کہ واقعاً خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک لا جواب مضمون نوک قلم پر آ گیا۔ خط میں اصل موضوع کو چھوڑ کر بلکہ اس کے جواب سے عاجز آ کر ادھر ادھر کی باتوں میں اور اق سیاه کئے ہیں۔ اور یہ خط بتا رہا ہے کہ اب غیر مقلدین اہل السنۃ کے سامنے ہتھیار ڈال چکے ہیں۔

پہلی فتح:

غیر مقلدین اپنا امتیاز یہی بتایا کرتے تھے کہ اہل حدیث کے دو اصول: فرمان خدا، فرمان رسول۔ جبکہ اہل السنۃ والجماعت پہلے دن سے چار دلیلوں کے قائل ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع امت اور قیاس۔ اس خط میں مجیب نے نام نہاد اہل حدیث کو جھوٹا قرار دے کر اہل سنت والجماعت کی طرح چاروں دلائل کو دلائل شرعیہ مان لیا ہے، جو اہل سنت کی بہت بڑی فتح ہے۔ کیونکہ بحث و تحقیق کا سارا دار و مدار دلائل پر ہی ہوتا ہے۔ اس نے یہ مان لیا ہے کہ اجماع کا ماننا قرآن پاک سے ثابت ہے۔ معلوم ہوا جو غیر مقلد اجماع کو نہیں مانتے وہ اہل حدیث نہیں بلکہ منکر

قرآن ہیں اور لکھا ہے کہ اجتہاد کا ماننا اجماع سے ثابت ہے۔ گویا جو اجتہادی مسائل کا انکار کرتا ہے وہ اجماع کا منکر ہے اور اجماع کا منکر قرآن کا منکر ہے۔ آپ سوچ رہے ہوں گے وہ کون نام نہاد اہل حدیث ہے جس نے غیر مقلدیت کو اٹلی چھری سے ذبح کر دیا ہے۔ ہم نے اسے چوہدری زیر علی زئی لکھا تھا۔ مگر اس خط میں اس نے اس بات پر بہت ہی ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ خط ص ۱۲ پر اپنا شجرہ نسب لکھا ہے جو پیرداد خاں پر ختم ہوتا ہے۔ اس لئے ہم اب موصوف کو چوہدری نہیں لکھیں گے بلکہ آل پیرداد ہی لکھیں گے۔ ان کے گاؤں کا نام بھی پیرداد ہے اور مورث اعلیٰ کا نام بھی پیرداد ہے۔

ایک اہم واقعہ:

ایک بہت بڑا گاؤں تھا جہاں بہت سے گھراہل السنۃ والجماعت کے تھے جو مذہب حنفی اور منزل محمدی کے قائل تھے۔ کچھ لوگ نبی پاک ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام کی پاکباز جماعت سے اتنے بیزار تھے کہ انہیں اہل السنۃ والجماعت نام بھی پسند نہ آیا اور وہ اہل حدیث کہلاتے تھے۔ نصف صدی کا عرصہ گزر گیا تو اسی گاؤں میں ایک عجیب حادثہ پیش آیا کہ جو لوگ اہل سنت تھے وہ تو اپنے مذہب پر قائم رہے لیکن اہل حدیث کہلانے والوں میں سے کچھ لوگ اہل قرآن بن گئے، کچھ رافضی بن گئے اور کچھ قادیانی ہو گئے۔ یہ حادثہ نام نہاد اہل حدیث کے لئے بہت پریشان کن تھا۔

پہلی شکست:

ایک نام نہاد اہل حدیث عالم جو ایک بڑے مدرسے کا شیخ الحدیث بھی تھا، اور وہ خود بھی اپنے آپ کو مجتہد زمانہ بلکہ خیر القرون کے مجتہدین کا ناقد سمجھتا تھا اور اس کا فرقہ بھی خیر القرون کے صحابہ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے مقابلہ میں اس کو بہت قد آور علامہ سمجھتا تھا، اس گاؤں کے لوگوں کو دوبارہ اہل حدیث کرنے گیا۔ تو پہلا واسطہ اسے اہل قرآن سے پڑا۔ اس نے کہا مجھے پتہ چلا تھا کہ آپ اہل حدیث تھے۔ اب گمراہ ہو کر اہل قرآن بن گئے ہو۔ اس نے کہا مولوی صاحب توبہ کرو۔ کیا قرآن کو ماننے سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے؟ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ صرف قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں، آپ قرآن کی ایک ہی آیت پیش کریں کہ قرآن دنیا کو گمراہ کرنے آیا ہے۔ ساتھ ہی اس نے پوچھا کہ یہ تھیلے میں کیا ہے؟ اس نے کہا یہ کتابیں تمہاری ہدایت کے لئے لایا ہوں۔ یہ صحاح ستہ حدیث کی کتب ہیں۔ انہوں نے کہا پھر قرآن پاک نکال کر وہ آیت دکھاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ میں نے قرآن لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے نازل کیا ہے اور اہل قرآن کا فر گمراہ ہوں گے۔ مگر ان لوگوں کی حیرت کی انتہاء نہ رہی جب دیکھا کہ اس کے تھیلے میں قرآن پاک سرے سے موجود ہی نہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا واقعہ آپ قرآن پاک کو ہدایت کی کتاب ہی نہیں مانتے؟ اس بات کا ان لوگوں نے بہت برا منایا۔ پھر انہوں نے صحاح ستہ ہی کی دو تین کتابوں سے رسول اقدس ﷺ کا یہ فرمان دکھایا کہ آپ نے فرمایا: اے اہل قرآن! وتر پڑھو، اور اس سے مطالبہ کیا کہ تم ایک حدیث تو یہ دکھاؤ کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ہو کہ قرآن پاک کے ماننے والے اہل قرآن کا فر اور گمراہ ہیں۔ اور دوسری یہ حدیث دکھاؤ کہ قرآن کو کتاب ہدایت نہ ماننے والے اہل حدیث جنتی گروہ ہیں۔ شیخ صاحب ان کا مطالبہ تو پورا نہ کر سکے مگر بڑے جلال میں فرما رہے تھے کہ تم قرآن پاک سے پانچوں نمازوں کی رکعتیں دکھاؤ ورنہ تم گمراہ ہو، بے دین ہو۔ اس نے کہا حضرت ذرا غصہ تھوک دیں، جوش سے ہوش میں آئیں۔ آپ ذرا صحاح ستہ سے نماز کی مکمل شرائط، اس کے ارکان اور ان کی ترتیب واجبات اور ان کی ترتیب سنن اور ان کی ترتیب مستحبات اور ان کی ترتیب مباحات، مکروہات اور مفسدات مکمل طور پر دکھا دیں۔ اب تو شیخ صاحب کی ساری شیخی کر کری ہو گئی۔ نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن۔ آخر جھلا کر کہنے لگا ہم ان فرائض سنتوں وغیرہ کو نہیں مانتے۔ اس نے کہا ہم تمہاری بیان

کردہ رکعتوں کو نہیں مانتے۔ اور ساتھ ہی پوچھا کہ دیکھو نسائی نے تکبیر تحریمہ کے فرض ہونے کا باب باندھا ہے۔ اب آپ یا تو حدیث میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ فرض کا لفظ دکھائیں، پھر حدیث کے ترجمہ سے فرض کی جامع مانع تعریف دکھائیں اور پھر فرض کے انکار کرنے والے اور ترک کرنے والے کا حکم دکھائیں کہ وہ کافر ہے یا فاسق۔ اور اگر نہ دکھا سکو اور صبح قیامت تک نہ دکھا سکو گے تو یہ لکھ دو کہ یہ باب بخاری اور نسائی نے رائے سے باندھا ہے۔ اور بخاری اور نسائی اہل حدیث نہیں تھے بلکہ اہل الرائے تھے۔ اور آپ لوگ جو ان اہل الرائے کی کتابوں سے ہدایت تلاش کرتے ہیں اہل الرائے ہوئے نہ کہ اہل حدیث اور جب تم خود اہل حدیث نہیں ہو تو ہمیں اہل حدیث بننے کی دعوت کیوں دینے آئے ہو۔ لم تقولون مالا تفعلون۔

کل کی پیداوار:

اب شیخ جی نے بڑے جوش میں کہا یہ اہل قرآن گمراہ فرقہ ہے۔ یہ تو کل کی پیداوار ہے۔ انگریز کے دور سے پہلے اس فرقہ کا نام و نشان نہ تھا۔ نہ ان کا ترجمہ قرآن، نہ کوئی جامع مسجد اہل قرآن، نہ کوئی مدرسہ جامعہ اہل قرآن۔ اس نے کہا توبہ کرو۔ کیا قرآن کل نازل ہوا ہے؟ آپ بتائیں کہ رسول اقدس ﷺ کے پاس قرآن تھا؟ اس نے کہا یقیناً تھا۔ اس نے پوچھا قرآن پاک کے علاوہ صحاح ستہ میں کوئی کتاب آپ کے پاس تھی جو آپ اصحاب صفہ کو پڑھاتے تھے؟ شرمندہ سا ہو کر کہنے لگا ایک کتاب بھی ان میں سے نہیں تھی۔ انہوں نے پوچھا خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے پاس قرآن تھا؟ اس نے کہا۔ یقیناً تھا۔ پوچھا صحاح ستہ میں سے کون کون سی کتابیں ان کے پاس تھیں؟ کہنے لگا ایک کتاب بھی ان میں سے اس دور میں نہ تھی۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ تابعین کے دور میں قرآن پاک تھا؟ وہ کہنے لگا کہ یقیناً۔ انہوں نے پوچھا ایک بھی تابعی یا تبع تابعی کے پاس صحاح ستہ میں سے کوئی کتاب تھی؟ کہنے لگا کہ ان میں سے ایک کتاب بھی کسی تابعی یا تبع تابعی کے پاس نہ تھی۔ انہوں نے کہا ائمہ اربعہ میں سے سب کے پاس قرآن تھا؟ کہنے لگا یقیناً تھا۔ پوچھا کہ ان میں سے کسی ایک کے پاس ان چھ کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب بھی تھی؟ کہنے لگا کہ ان میں سے ایک کتاب بھی اس وقت نہ تھی۔ انہوں نے کہا کیا صحابہ تابعین تبع تابعین صحاح ستہ کے جانے بغیر صحیح مسلمان تھے۔ اب وہ بے چارہ خاموش تھا۔ بار بار پیشانی سے پسینہ صاف کر رہا تھا۔ ایک اہل سنت بھی یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا خیر القرون میں جس طرح قرآن پاک تلاوۃ متواتر تھا اسی طرح سنت عملاً متواتر تھی، جس طرح صحابہ کرام کے متواتر قرآن کو سات قاریوں نے مرتب کر لیا، اسی طرح سنت متواترہ کو چار ائمہ مجتہدین نے مدون اور مرتب کر لیا۔ اور ساتوں قرأتیں اور چاروں مذاہب صحاح ستہ کے وجود سے پہلے ہی متواتر تھے۔

تقلید:

اب شیخ جی پسینہ پونچھتے ہوئے کہنے لگے، دیکھو اس بات میں تو اہل حدیث اور اہل قرآن کا اتفاق ہے کہ امتی کی تقلید حرام ہے بلکہ شرک ہے اور تمام مقلدین مشرک ہیں۔ اس اہل قرآن نے کہا کہ ہم بھی واقعی امتی کی تقلید کو حرام اور شرک کہتے ہیں اور تم بھی زبان سے کہتے ہو کہ امتیوں کی تقلید شرک ہے۔ مگر تمہارے ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، اور دکھانے کے اور ہیں۔ فقہاء مجتہدین جن کی طرف رجوع کا قرآن میں حکم ہے ان کی تقلید کو تم شرک کہتے ہو۔ مثلاً امام شافعیؒ کی تقلید آپ کے ہاں شرک ہے اور ان کے مقلدین نووی ہوں یا ابن حجر سب کے سب مشرک ہیں۔

لیکن عجیب بات ہے کہ امام شافعیؒ پر تو تم یہود کے احبار رہبان والی آیتیں فٹ کرتے ہو، مشرکین والی آیات ان پر پڑھتے ہو لیکن محدثین کی تقلید دن رات کرتے ہو۔ جس حدیث کو ایک شافعی محدث اپنی رائے سے صحیح کہہ دے تم بھی اس کی تقلید میں اس کو صحیح کہتے ہو۔ اور جس کو امام شافعی کا مقلد اپنی رائے سے ضعیف کہہ دے تم اس کی تقلید میں اس کو ضعیف کہتے ہو۔ جبکہ محدثین کی تقلید کا نہ قرآن میں کہیں اشارہ ہے نہ حدیث میں۔ میں اسی لئے تو اہل حدیث مسلک چھوڑ کر اہل قرآن بن گیا ہوں، کیونکہ اہل قرآن خالص غیر مقلد ہیں، وہ نہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں نہ محدثین کی اور اہل حدیث منافق غیر مقلد ہیں کہ زبان سے تقلید کو حرام کہتے ہیں اور عملاً محدثین کے اندھے مقلد ہیں، وہ بھی شافعی مقلدین کے۔ میں اسی لئے اہل حدیث مسلک چھوڑ کر اہل قرآن بن گیا ہوں۔ کیونکہ زبان سے دونوں فرقے تقلید کو شرک کہتے ہیں۔ مگر اہل قرآن واقعاً موحد غیر مقلد ہیں اور اہل حدیث مشرک غیر مقلد ہیں۔ کیونکہ شافعی کے مقلد محدثین جو ان کے ہاں مشرک ہیں یہ ان کی تقلید کرتے ہیں۔ اب وہ لوگ ان کو دعوت دے رہے تھے کہ آؤ نفاق اور شرک سے توبہ کرو اور اہل قرآن بن جاؤ۔

یاد رہے آل پیرداد نے بھی اپنے خط میں امام سیوطی، علامہ انور شاہ، مفتی رشید احمد، ابن تیمیہ، عبدالحی لکھنوی، بیہقی، وحید الزمان، ابوبکر بن العربی، ابوالعباس، ابن الصلاح، اسفرائینی، عینی، ابن ہمام وغیرہ کے اقوال کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ جبکہ ہم نے ان میں سے کسی کی تقلید کا بھی التزام نہیں کیا۔

معلوم ہوا کہ آل پیرداد منافق اور مشرک غیر مقلد ہیں۔ حالانکہ خود اپنے خط میں لکھتا ہے کہ مقلد کے لئے صرف اس کے امام کا قول حجت ہے تو اس کو صرف ہمارے امام کا مفتی بہ قول بطور حجت ہمارے سامنے پیش کرنا چاہئے تھا جو وہ نہ کر سکا ہے نہ قیامت تک کر سکے گا۔ ہاں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی کو مفرور کی، حضرت تھانویؒ کو گستاخ رسول، علامہ انور شاہ، مولانا خیر محمد کو غالی، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کونیش زن، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کو غیر ثقہ مقلد، مولانا خلیل احمد صاحب انڈیٹھوی کو مشہور غالی دیوبندی، تمام دیوبندیوں کو گمراہ، غالی، مشرک، حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی کو کذاب، وضاع، خائن، تمام فقہاء کرام کو کذاب دجال، اہل الرائے، اعداء السنن، تمام مقلدین کو جاہل، اس عاجز کو کذاب مفتری نفس پرست، فسادی، بغیص، معاند، فرقہ پرست، شدید جاہل لکھ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ اس خط کے پڑھنے والے کو ایک ایک حرف سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہمارے جواب سے کتنا عاجز ہے۔ اور گالیاں دینے میں مجھے، میرے معاصرین اور میرے اکابرین کسی کو معاف نہیں کیا۔ میں آل پیرداد کو صرف دو حدیثیں یاد دلاؤں گا کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا لعن آخر هذه الامة اولها۔ اور یہ بھی یاد کرے کہ گالیاں دینا حدیث میں منافق کی علامت بیان فرمائی ہے نہ کہ اہل حدیث کی۔

سلفی:

اس اہل قرآن نے کہا کہ ادھر آپ تقلید کو حرام اور شرک کہتے ہیں۔ ادھر جب سے آپ کو سعودیہ کے پٹرول کے پیسے ملنے لگے ہیں آپ اہل حدیث نام چھوڑ کر سلفی بن گئے ہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ سعودیہ کا پٹرول نکلنے سے پہلے آپ کے کسی مدرسے کا نام جامعہ سلفیہ ہو۔ مولوی اسماعیل صاحب گوجرانوالوی سے پہلے کوئی آپ کا عالم سلفی کہلایا ہو؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ سلفی کا مطلب یہی ہے نہ کہ سلف کی تقلید کرنے والے۔ اب سعودیہ کے حنابلہ مقلدین کو خوش کرنے کے لئے یہ تقلیدی نسبتیں آپ نے اپنے نام میں شامل کر لی ہیں۔ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا علیکم بسنتی، میری سنت کو لازم پکڑو مگر آپ کو اہل سنت نام ہی پسند نہ آیا۔ آپ نے فرمایا تھا: علیکم بالجماعة

جماعت کو لازم پکڑو مگر جناب نے والجماعت کا لفظ نام میں سے نکال پھینکا اور خیر القرون کے مجتہدین کی طرف نسبت پسند نہ آئی۔ ہاں ایک مبہم سی تقلیدی نسبت سلفی رکھ لی اور تقلید ابن حجر اور نووی وغیرہ کی کر لی۔ کیا خیر القرون کے ائمہ اسلاف میں سے نہیں کہ ان کی تقلید کرنے والوں کو آپ سلفی نہیں سمجھتے اور اپنی مسجد کے امام کی تقلید کرنے والے کو سلفی کہا جاتا ہے۔ کوئی اہل حدیث نام چھوڑ کر اثری بن گئے ہیں۔ جب آپ خود اہل حدیث نام سے ہی بیزار ہو گئے ہیں تو ہمیں اہل حدیث بننے کی دعوت دینے کا کیا مطلب؟ آپ کا صحیح نام تو یا نفس پرست ہے یا مقلد پرست۔

ماننا:

شیخ جی نے کہا کہ نہیں، ہمارا اصل نام اہل حدیث ہی ہے۔ اگرچہ ہمارا یہ نام اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھا اور نہ ہی رسول پاک ﷺ نے رکھا ہے۔ مگر اس کا معنی ہے حدیث کو ماننے والے۔ انہوں نے کہا پھر اہل قرآن کا معنی ہے قرآن کو ماننے والے تو یہ نام اہل حدیث سے تو بہت اچھا رہا اور اہل سنت کا معنی ہے سنت کو ماننے والے۔ یہ نام بھی رسول اقدس ﷺ کا رکھا ہوا ہے علیکم بسنتی تو اس نام سے آپ کو بغض کیوں؟ اور یہ بھی فرمائیے کہ اہل قرآن تو پورے قرآن کو مانتے ہیں اور اہل سنت تمام سنتوں کو مانتے اور عمل کرتے ہیں کیا تم بھی تمام حدیثوں کو مانتے ہو اور سب پر عمل کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ قرآن پاک کی کوئی ایک آیت بھی ضعیف یا من گھڑت نہیں اس لئے اہل قرآن تو پورے قرآن کو مان سکتے ہیں اور سنت بھی عملاً متواتر ہے۔ ایک بھی سنت ضعیف یا من گھڑت نہیں۔ اس لئے اہل سنت تمام سنتوں کو مانتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ مگر حدیثیں تو بہت سی ضعیف ہیں اور بہت سی من گھڑت ہیں، ہم سب حدیثوں کو کیسے مان سکتے ہیں۔ اور سب پر کیسے عمل کر سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ معلوم ہوا قرآن اور سنت میں کوئی تقسیم نہیں کہ وہ صحیح ہے یا ضعیف ہے البتہ حدیث میں تقسیم ہے تو اہل حدیث کی بھی اتنی ہی قسمیں ہوں گی جتنی قسمیں حدیث کی ہیں۔ کوئی ضعیف اہل حدیث ہوگا، کوئی من گھڑت اہل حدیث یا ایک ہی نام نہاد اہل حدیث کسی وقت صحیح اہل حدیث ہوگا کبھی حسن اہل حدیث کبھی ضعیف اہل حدیث، کبھی مضطرب اہل حدیث، کبھی من گھڑت اہل حدیث، کبھی جوٹا اہل حدیث اور ان احادیث کو صحیح، حسن، ضعیف وغیرہ وہ اپنی رائے سے کہے گا تو وہ اہل الرائے اہل حدیث ہوگا اور یا کسی محدث کی تقلید سے کہے گا تو تقلید پرست مشرک اہل حدیث ہوگا۔

صحیح حدیث پر عمل

شیخ جی نے کہا ہم لوگ صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ آپ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ہم ضعیف حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ بتاؤ کسی حدیث کو صحیح کون کہے گا نہ اللہ نے کسی حدیث کو صحیح کہا نہ رسول نے۔ یا آپ اپنی رائے سے اس کو صحیح کہیں گے یا کسی اور امتی محدث کی رائے سے۔ اس لئے حدیث کو ضعیف کہنے کے لئے آپ کو امت پرست اور رائے پرست بننا پڑے گا۔ اہل قرآن نے پوچھا، شیخ جی ذرا صحیح حدیث کی تعریف قرآن یا صحیح حدیث کے ترجمہ سے دکھادیں اور وہ تعریف جامع مانع ہو۔ تم قیامت تک نہیں دکھا سکو گے۔ واقعاً یہ لوگ قرآن و حدیث کا نام لے کر جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ لوگ حدیث کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ اور صحابہ اور تابعین کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں (الحطہ صدیق الحسن) مگر یہ تعریف نہ آج تک قرآن پاک سے دکھا سکے کہ خداوند قدوس نے فرمایا ہو کہ نبی، صحابی اور تابعی کے قول فعل اور تقریر کو حدیث کہنا نہ حدیث رسول سے دکھا سکے۔ اسی طرح صحیح حدیث اور ضعیف حدیث کی تعریف بھی یہ نہ قرآن سے دکھا سکتے ہیں نہ حدیث سے۔ اسی لئے اب آل پیرداد نے لکھا ہے کہ صحیح حدیث کی تعریف اجماع سے ثابت ہے۔ لکھتا ہے "اہل سنت صرف اہل حدیث ہیں اور اہل حدیث کا اجماع ہے کہ صحیح حدیث کی پانچ شرطیں ہیں ۱۔ راوی کا عادل ہونا، ۲۔ راوی کا ضابطہ ہونا، ۳۔ سند کا متصل ہونا، ۴۔ شاذ نہ ہونا، ۵۔ معلول نہ ہونا (مقدمہ

یہ ابن الصلاحؒ ۵۷۲ھ میں پیدا ہوئے، امام شافعی کے مقلد تھے، ۲۵ ربیع الثانی ۶۳۳ھ میں وصال پایا (تذکرۃ الحفاظ ص ۹۷۴ ج ۴) صحابہ کرام کا زمانہ ۱۲۰ھ تک تابعین کا ۷۰ھ تک اور تبع تابعین کا ۲۲۰ھ تک ہے تو آل پیرداد صاحب نے جو جھوٹ بولا ہے کہ اس تعریف پر اجماع ہے تو وہ بتائیں کہ کن کا اجماع ہے صحابہ کا یا تابعین کا یا تبع تابعین کا یا ائمہ اربعہ مجتہدین کا یا صرف شافعی کے مقلدین کا؟ وہ بھی ساتویں صدی کا۔ جب کے خود ابن صلاح نے دعویٰ اجماع نہیں کیا۔ اسی صدی کے دوسرے شافعی مقلد علامہ نووی نے صحیح حدیث کی دس تعریفیں لکھی ہیں (مقدمہ شرح مسلم) جب خود شوافع کا اس ایک تعریف پر ہی اتفاق نہیں بلکہ دس تعریفیں ہیں تو آل پیرداد کا دعویٰ اجماع بالکل جھوٹا نکلا۔ ہاں اسے صاف اعتراف کرنا چاہئے کہ میں شافعی کے بعض مقلدین کی تقلید میں یہ تعریف لکھر رہا ہوں۔ یہ تعریف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ اجماع میں، اور نہ کسی مجتہد نے کی ہے۔ امام نوویؒ بھی امام شافعیؒ کے مقلد تھے ان کی پیدائش محرم ۶۳۱ھ میں اور وفات ۲۴ رجب ۶۸۶ھ میں ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ص ۹۹۸ ج ۴) اب اس تعریف کے بارہ میں صحابہ کرام کی مراسل بھی صحیح نہیں ہوں گی حالانکہ ان کی صحت پر اجماع ہے تابعین کی مراسل بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے ہاں صحیح ہیں (مقدمہ نووی) بلاغات مالک تمام محدثین کے ہاں صحیح ہیں۔ تعلیقات بخاری جو سیغہ جزم سے ہیں ان کو محدثین صحیح مانتے ہیں۔ یہ سب باتیں آل پیرداد کی ساتویں صدی کی تعریف کے خلاف ہیں۔ امام محمد بن سیرین جن کا وصال شوال ۱۱۰ھ میں ہوا، وہ صحابہ و تابعین کے زمانہ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ وہ سند نہیں پوچھا کرتے تھے (مقدمہ مسلم) تو آل پیرداد کی ساتویں صدی کی تعریف جو ایک مقلد کی تقلید میں لکھی ہے یقیناً صحابہ و تابعین کے اجماع کے خلاف ہے۔ یہ بھی یاد رہے اس تعریف سے بھی زیادہ سے زیادہ سند کی صحت ثابت ہوگی جس کو متن کی صحت لازم نہیں----- آل پیرداد کے مدوح ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں "پھر اس بات سے تو اصول حدیث کا معمولی طلب علم بھی واقف ہے کہ سند کا حسن یا صحیح ہونا حدیث کی صحت کو مستلزم نہیں (توضیح الکلام ص ۲۷۱ ج ۲ بحوالہ نصب الراية ص ۳۴۷ ج ۱) پھر لکھتے ہیں کہ "اسناد حسن کہنے سے حدیث کا حسن ہونا لازم نہیں آتا۔ علم حدیث کے کسی طالب علم سے بھی یہ بات مخفی نہیں (توضیح الکلام ص ۳۰۳ ج ۲) مزید لکھتے ہیں "صحت اسناد اور راویوں کے ثقہ ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا" (توضیح الکلام ص ۶۸۳ ج ۲) پھر لکھتے ہیں "ہمیں تسلیم ہے کہ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں مگر یہ طے شدہ اصول ہے کہ راویوں کے ثقہ ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ جب تک کہ دیگر علل سے بھی وہ روایت پاک نہ ہو وہ روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔ (توضیح الکلام ص ۱۳۰ ج ۱) یہی بات جناب مولانا عبدالرحمن مبارک پوری صاحب نے بار بار دھرائی ہے دیکھو ابکار المنن ص ۲۸، ۵۷، ۷۲، ۷۷، ۱۸۵۔ خود آل پیرداد لکھتا ہے "اگر کسی حدیث کے راوی ثقہ ہوں سند بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہو مگر محدثین کی اکثریت نے اسے ضعیف کہا ہو تو اسے ضعیف سمجھا جائے گا۔ نور العینین ص ۴۱۔ اسی کا نام ہے مقلد محدثین کی اندھی تقلید۔ نیز آل پیرداد لکھتا ہے علل حدیث کے ماہر اگر ثقہ راویوں کی روایت کو ضعیف کہیں تو ان کی بات کو تسلیم کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اس فن کے ماہر ہیں اور فن حدیث میں ان کی بات حجت ہے۔ (نور العینین ص ۹۹) امام شافعی کے مقلدین کی بات کو حجت ماننا یہی تقلید ہے البتہ مجتہد کی تقلید محمود ہے۔ اور غیر مجتہد کی مذموم یہی آل پیرداد کر رہا ہے۔ اب سند کا تو اعتبار ہی نہ رہا جس پر آل پیرداد نے اجماع نقل کیا تھا یہ اس سے خود ہی باغی ہو گیا۔ اب آخری سہارا حدیث کی صحیح اور ضعیف کی پہچان کا کیا رہا؟ وہ بھی آل پیرداد سے سنیں! لکھتا ہے ثقہ (بالاجماع) عبدالرحمن بن مہدی نے کہا معرفت حدیث الہام ہے۔ ابن نمیر نے کہا ابن مہدی نے سچ کہا ہے۔ اگر میں ان سے پوچھتا کہ آپ نے یہ بات کہاں سے لی ہے تو ان کے پاس جواب نہ ہوتا۔ (نور العینین ص ۵۸) گویا اب سند صحیح بھی ہو محدث کو الہام ہو جائے کہ صحیح نہیں تو وہ صحیح نہ

رہے گی۔ اور بلا دلیل اس کو صحیح مان لیا جائے گا۔ اب آل پیرداد کے ہاں سارا مدارالہام پر رہ گیا جو حجت شرعی نہیں ہے۔ تو محدثین کا کسی حدیث کو الہام سے صحیح یا ضعیف قرار دینا دلیل شرعی کا فیصلہ ہرگز نہیں۔

شرم کی بات:

یہ بہت ہی شرم کی بات ہے کہ جن مقلدین کو آل پیرداد مشرک سمجھتا ہے انہی سے صحیح حدیث کی تعریف کی بھیک مانگتا ہے۔ غیر مقلدین کی اپنی اصول کی کوئی کتاب نہیں۔ جب کے اہل سنت والجماعت حنفی خود اپنے اصول کی کتابیں رکھتے ہیں۔ اصول الشاشی ۳۲۵ھ (الاعلام زرکلی ص ۲۸۴/ج ۱) امام کرخی جو امام بردعی کے اور وہ امام اسماعیل بن حماد کے اور وہ حماد بن ابی حنیفہ کے اور وہ امام عظیم کے شاگرد ہیں۔ امام کرخی ۳۴۰ھ نے اصول کرخی لکھی پھر امام کرخی کے شاگرد ابو بکر الجصاص الرازی ۳۷۰ھ نے اصول پر کتاب لکھی۔ پھر القاضی الدبوسی ۴۳۰ھ نے "تاسیس النظر" امام سرخسی ۴۸۳ھ نے اصول سرخسی فخر الاسلام بزدوی ۴۸۲ھ نے اصول بزدوی لکھی۔ اصول کی یہ کتابیں ابن الصلاح سے پہلے کی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی صحیح حدیث کی وہ تعریف نہیں لکھی جو ابن الصلاح سے آل پیرداد نے نقل کی ہے۔ آل پیرداد سے ہمارا مطالبہ ہے کہ چوتھی و پانچویں صدی ہجری اپنی اصول کی کتابیں سن وار بمعنا مصنف لکھے اور اس کا غیر مقلد ہونا بھی دلیل شرعی سے ثابت کرے۔ پھر آل پیرداد کو کہا جاتا ہے کہ شافعی مقلدین سے چوری کر کے تعریفیں نہ لکھو دلیل شرعی سے لکھو ورنہ چور کی سزا آپ کو بھی معلوم ہے۔

خیر معلوم ہوا کہ ان کا اپنا تو کوئی اصول ہے ہی نہیں نہ ہی صحیح ضعیف کا کوئی معیار ہے۔ سارا مدار صرف اور صرف امتیوں کے آراء یا الہامات پر ہے چنانچہ اس اہل قرآن نے صاف کہا کہ ہم آپ جیسے بے اصول لوگوں کے مذہب پر کیوں رہیں اور منافق غیر مقلد اور مشرک غیر مقلد کیوں بنیں۔ اس پر بے چارہ شیخ الحدیث ذلت آمیز شکست کے ساتھ وہاں سے لوٹا۔ اس سے زیادہ واضح شکست کے ساتھ آل پیرداد لاڑکانہ سے بھاگا وہ اپنے عمل پر دستخط نہ کر سکا۔ دلیل کیا دیتا۔ اب بھی اس میں صداقت کا کوئی ذرہ ہے تو تجلیات صفدر ص ۸-۱۰/ج ۱ پر ان کا عمل درج ہے اس پر دستخط کر کے قرآن وحدیث سے اس کے ثبوت کی ذمہ داری لے۔ اور پھر قدرت خدا کا تماشادیکھئے مگر وہ جھوٹ بول سکتا ہے گالیاں دے سکتا ہے۔ اپنے اعمال کا قرآن وحدیث سے ثبوت نہیں دے سکتا۔ اسی طرح جو غیر مقلد تقیہ کر کے کہے کہ میں چار دلائل مانتا ہوں ایسے تقیہ باز سے میں نے تجلیات صفدر ص ۱۲۲/ج ۱ پر چھ سوالات پوچھے ہیں جن کا جواب آل پیرداد پر قرض ہے مگر وہ کبھی نہ دے گا۔ آل پیرداد میرے تراویح سے متعلقہ ایک مختصر سے مضمون کا جواب لکھنے بیٹھا مگر یہ جواب اس کے بس میں نہ تھا۔ اس لئے اصل بحث سے فرار کا وہ ریکارڈ قائم کیا کہ پنڈت سوامی نند کو بھی مات کر دیا۔ پہلے تقلید کی بحث چھیڑ دی۔

سنئے شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں صحابہ کے زمانے سے لوگ یہاں تک کہ مذاہب اربعہ ظاہر ہوئے ہمیشہ کسی نہ کسی عالم کی تقلید کرتے رہے۔ اس پر کسی ایسے شخص نے نکیر نہیں فرمائی جس کی نکیر کا اعتبار ہو اور اگر تقلید باطل ہوتی تو ضرور انکار فرماتے۔ (عقد الجید ص ۵۰) یہ بات انہوں نے عزالدین بن عبدالسلام سے نقل فرمائی ہے۔ ان دو شہادتوں سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین میں ایک بھی منکر تقلید نہیں تھا اس کے بعد کے حالات مورخ ابن خلدون یوں لکھتے ہیں: دیار و امصار میں (پوری دنیا میں) ان ائمہ اربعہ کی تقلید ٹھہر گئی۔ اور ان کے سوا جو امام تھے ان کے مقلدین ناپید ہو گئے اور لوگوں نے اختلاف کے دروازے اور راستے بند کر دیئے اور چونکہ اصطلاحات علمیہ مختلف ہو گئیں اور لوگ رتبہ اجتہاد تک پہنچنے سے باز رہ گئے اور اس امر کا خوف پیدا ہوا کہ کہیں اجتہاد ایسے شخص کی طرف مستند نہ ہو جائے جو اس کا اہل نہ ہو۔ (جیسے آج کے

لامذہب ہیں) یا اس کی رائے یا دین قابل وثوق نہ ہو (جیسے آج کل کے غیر مقلدین) لہذا علماء زمانہ نے اجتہاد سے اپنا عجز ظاہر کر دیا اور اس کے دشوار ہونے کی تصریح کر دی۔ اور انہیں مجتہدین کی تقلید کے لئے جن کے لوگ مقلد ہو رہے تھے لوگوں کو ہدایت کرنے لگے اور چونکہ تہذیب و تمدن کی تقلید (کبھی کسی کی تقلید کبھی کسی کی) میں تلاعب ہے (یعنی دین کو کھلونا بنانا ہے)۔ لہذا کبھی ان کی اور کبھی ان کی تقلید کرنے سے لوگوں کو منع کرنے لگے۔ اور صرف نقل مذاہب باقی رہ گئے اور بعد صحیح اصول و اتصال سند بالروایت ہر مقلد اپنے اپنے مجتہد کی تقلید کرنے لگا اور فقہ سے آج بجز اس امر کے کچھ اور مطلب نہیں۔ اور فی زمانہ مدعی اجتہاد مردود اور اس کی تقلید مجبور (چھوڑی ہوئی) ہے اور اہل اسلام انہیں ائمہ اربعہ کی تقلید پر قائم ہو گئے (مقدمہ ابن خلدون - خیر التقدیر ص ۲۷) نیز شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں "مذاہب اربعہ کے اختیار کی تاکید اور ان کو چھوڑنے کی شدید ممانعت" جان لینا چاہئے کہ ان مذاہب کے اختیار میں ایک عظیم الشان مصلحت اور ان کے چھوڑنے میں بڑا فساد ہے۔ ہم اس کو دلائل سے بیان کریں گے۔ اول امت نے اتفاق (اجماع) کیا ہے کہ معرفت شریعت میں سلف پر اعتماد کریں گے چنانچہ تابعین نے صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اور اسی طرح ہر طبقہ کے علماء نے اپنے سے پہلوں پر اعتماد کیا ہے اور عقل اس کی تحسین پر دال ہے اس لئے کہ شریعت نقل (منصوص مسائل میں) اور استنباط (اجتہادی مسائل میں) سے معلوم ہوئی اور نقل اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی کہ ہر طبقہ اسے اپنے پہلوں سے اتصال کے ساتھ لیتا رہا اور استنباط میں بھی مذاہب متقدمین کا علم ضروری ہے۔ تاکہ ان کے مذاہب سے باہر نکل کر اجماع نہ توڑ دے اور یہ بھی ضروری ہے کہ مذاہب متقدمین پر اپنا قول مبنی کرے اور نیز اس استنباط میں گزشتہ لوگوں سے مدد لے کیونکہ تمام فنون مثلاً صرف، نحو، طب، شعر، آہنگری، بڑھئی گیری اور رنگ ریزی کسی کو ان میں سے کوئی فن اس وقت تک نہ آیا جب تک ماہر فن کے ساتھ نہ رہا اس کے علاوہ نادر اور بعید ہے۔ ایسا کبھی نہ ہوا اگرچہ عقلاً ممکن ہے (مگر عادتاً محال ہے) جب سلف کے اقوال پر اعتماد کرنا متعین ہے تو اور ضروری ہے کہ ان کے وہ اقوال جن پر اعتماد کیا گیا ہے سند صحیح سے مروی ہوں ہاں مشہور کتابوں میں مدون موجود ہوں نیز یہ بھی ضروری ہے کہ ان اقوال کو زیر بحث بھی لایا گیا ہو کہ اس کے محتملات کے رائج کو بیان کر دیا گیا ہو اور بعض مواقع میں عموم کی تخصیص، کسی جگہ مطلق کی تنقید کی گئی ہو۔ اور ان اقوال کے مختلف فیہا میں جمع کی شکل نکالی گئی ہو۔ مزید برآں ان کے احکام کی علل بھی بیان شدہ ہوں اور اب آخری زمانوں میں مذاہب اربعہ کے سوا کوئی ایسا مذہب نہیں۔ ہاں بمشکل مذہب امامیہ اور زیدیہ کو کہا جاسکتا ہے مگر وہ اہل بدعت ہیں۔ ان کے اقوال پر اعتماد جائز نہیں۔ دوم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سواد اعظم کی تابعداری کرو اور چونکہ حق اور سچ مذاہب ان چار کے علاوہ مفقود ہو گئے (مٹ گئے) تو اب وہ ان مذاہب کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ہے، اور ان سے باہر نکلنا سواد اعظم سے باہر نکلنا ہے (اور سواد اعظم سے باہر نکلنے والے کو رسول اقدس ﷺ نے دوزخی فرمایا ہے)۔ سوم جب خیر القرون (ہم سے) بعید ترین ہو گیا امانات ضائع ہو گئیں (ہر ماہر فن اپنے فن کا امین ہوتا ہے، کسی نااہل کا اہل فن کا منہ چڑانا اس فن کو ضائع کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب امانتیں ضائع ہونے لگیں اور امور نااہلوں کے سپرد ہونے لگیں تو سمجھو قیامت ٹوٹ پڑی، بخاری) تو کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ ظالم قاضیوں اور خواہش پرست مفتیوں کے اقوال پر اعتماد کیا جائے (جب وہ نفس پرستی سے اپنی رائے بیان کریں اور ائمہ اربعہ کی تقلید چھوڑ دیں) یہاں تک کہ وہ اپنے قول کو صراحتاً یا دلائل کسی ایسے شخص کی طرف منسوب کریں جو صدق و امانت میں مشہور ہو اور نیز اس کا وہ قول محفوظ بھی ہو، اور نہ ہی اس کے قول پر اعتماد کیا جاسکتا ہے جس کے متعلق ہمیں یہ بھی علم نہیں کہ آیا اس میں شرائط اجتہاد بھی پوری ہیں یا نہیں؟ اب جب ہم علماء کو دیکھیں کہ وہ مذاہب سلف میں ثابت قدم ہیں تو ان کے اقوال سلف سے تخریجات یا ان کے خود کتاب و سنت سے استنباط میں تصدیق کی جاسکتی ہے۔ اور جب ہم علماء میں یہ بات نہ دیکھیں تو ان کی تصدیق نہیں کی جاسکتی۔ اسی معنی کی طرف حضرت عمر بن الخطابؓ نے اشارہ فرمایا ہے۔ فرمایا کہ منافق کا قرآن سے جھگڑنا اسلام

کی دیواروں کو متزلزل کر دے گا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا جس کو اتباع کرنی ہو وہ سلف کی اتباع کرے (عقد الجید ص ۵۳ تا ص ۵۸)
(آل پیرداد کے معتمد علیہ امام موطاویٰ فرماتے ہیں جو ان چاروں مذاہب سے نکل جائے وہ اہل بدعت میں سے ہے (اہل سنت نہیں) اور جہنمی ہے

وضاحت

عزالدین بن عبدالسلام، علامہ ابن خلدون، شاہ ولی اللہ اور علامہ موطاویٰ نے یہ امت کا اجماعی عمل اور اتفاقی منشور نقل فرمایا ہے اور اس پر کسی مسلمہ اور قابل اعتماد شخص سے انکار ثابت نہیں۔ اگر آل پیرداد تقیہ باز نہیں واقعی نام نہاد اہل حدیث مذہب سے توبہ کر کے اجماع کو دلیل شرعی ماننے لگ گیا ہے تو اس اجماع کو تسلیم کر لینا چاہئے، ورنہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ اجماع کا نام تقیہ بازی سے لیتا ہے۔ (ب) یہ بھی معلوم ہوا کہ نقل مذہب کے دو ہی طریقے ہیں، متواترات جو یقینی ہیں اور مشہورات جو اطمینان بخش ہیں۔ ان کا مدار سند پر نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسی متداول کتابوں پر ہوتا ہے جو اہل فن کی تحقیقات و تشریحات سے مزین ہوں۔ ہاں اخبار احاد جن میں زیادہ سے زیادہ ظن غالب حاصل ہوتا ہے وہ سند کی محتاج ہوتی ہیں۔ آل پیرداد کا ہر جگہ سند کا مطالبہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان لامذہبوں کے ہاں یہود و نصاریٰ، ہنود و مجوس کی طرح ایک مسئلہ بھی نہ یقینی ہے نہ اطمینان بخش۔ سارا دین ہی ظنیا کا پلندہ ہے۔ ایسے متون متواترہ کے خلاف شاذ اقوال اکٹھے کرنے میں آل پیرداد یہود و نصاریٰ کا اندھا مقلد ہے۔ وہ بھی متواتر قرآن کے مقابلہ میں شاذ و مردود قرائتیں جمع کرتے رہتے ہیں۔ آل پیرداد کو فہمائش کی جاتی ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی اندھی تقلید سے توبہ کرے، متواترات کو متواتر سے، مشہورات کو شہرت سے اور احاد کو سندوں سے ثابت کرے۔ (ج) یہ بھی معلوم ہوا کہ اب یہی چاروں مذاہب اہل سنت والجماعت ہیں۔ ان سے باہر نکلنے والے "غیر مقلد" اہل بدعت بھی ہیں اور دوزخی بھی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اقتباس و استدلال سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کیا اس کتاب پر اہل فن کی تنقید و تشریح ہو چکی ہے یا کسی کی محض شخصی رائے ہے۔ حوالہ صرف ایسی کتاب سے دینا چاہئے جو اہل فن کے ہاں منقح ہو۔ مگر آل پیرداد اور اس کا فرقہ اس اصول سے بھی باغی ہے۔

دلائل اہل سنت:

اہل سنت کے چاروں مذاہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے اصول فقہ میں ہے کہ دلائل چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس
تقلید کا تعلق مسائل اجتہادیہ سے ہوتا ہے۔ اجتہادی مسائل میں وہ اپنے مذہب کے مفتی بھا اور معمول بھا اقوال کا پابند ہے۔ اس لئے "آل پیرداد" کا فرض تھا کہ اس نے اگر الزامی جواب دینا تھا تو مذہب حنفی کا مفتی بقول پیش کرتا۔ یہ صبح قیامت تک کسی لامذہب کے اختیار میں نہیں۔ اس کے علاوہ غیر مفتی بقول خود امام کی طرف بھی منسوب ہو تو حجت نہیں۔ اس لئے حنفی مذہب کے مفتی بھا اقوال کے علاوہ جتنے اقوال وہ نقل کرتا ہے یہ سب اس کی جہالتیں اور شرارتیں ہیں۔ البتہ غیر مقلدین کے ہاں مفتی بہ اور غیر مفتی بہ کی کوئی تقسیم نہیں۔ اس لئے ہمیں حق ہو گا کہ ہر غیر مقلد کا قول بطور الزام پیش کریں، خواہ وہ تقلید چھوڑ کر اہل حدیث کہلاتا ہو یا اہل قرآن۔ محمدی کہلاتا ہو یا احمدی۔ اجتہادی مسائل میں مفتی بقول کی پابندی کرنے کا یہ مطلب بیان کرنا کہ مقلد قرآن، سنت اور اجماع کو نہیں مانتا نہ ان سے استدلال کر سکتا ہے یہ جھوٹ بھی ہے اور جہالت بھی، جسارت بھی ہے اور شرارت بھی۔ اگر حیاء و شرم کے ذرہ کا کروڑواں حصہ بھی تجھ میں ہے تو ہماری اصول فقہ سے ثابت کرو کہ مقلد قرآن، سنت سے

استدلال نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی بتاؤ کہ علامہ ابن عبدالبر مالکی، علامہ ابن ہمام حنفی، علامہ نووی شافعی، علامہ ابن قدامہ حنبلی مقلدین تھے اور قرآن و سنت سے استدلال کرتے رہے۔ اور ہر زمانہ میں ہزاروں مقلدین علماء قرآن و سنت سے استدلال کرتے رہے۔ کسی جاہل نے اس پر انکار نہیں کیا، سوائے آل پیرداد کے۔

اب ذرا دوسرا رخ دیکھیں۔ غیر مقلدین نے پورے ملک میں یہی شور مچا رکھا ہے:

دلیل شرعی صرف قرآن حدیث ہے۔ لکھتے ہیں اہل حدیث کے دو اصول فرمان خدا فرمان رسول۔ لیکن آل پیرداد نے سب غیر مقلدوں کو اس دعویٰ میں جھوٹا قرار دے دیا ہے اور احناف کی تقلید میں چار دلائل کا قائل ہو گیا ہے۔ لیکن یہ اس نے صرف تقیۃً لکھا ہے۔ اگر وہ سچا ہے تو اجماع کے منکر غیر مقلدین کو نام بنام دوزخی لکھے اور قیاس و اجتہاد کے منکرین کو بدعتی لکھے اور ایسے تقیہ باز غیر مقلد سے میں نے چھ سوالات "تجلیات صفر" ص ۱۲۳، ۱۲۴ ج ۱ پر کر رکھے ہیں۔ ان کا جواب دلیل شرعی سے لکھے اور ہر جواب کے ساتھ دلیل کا نمبر بھی لکھے، یعنی اگر جواب "قرآن پاک" سے دے تو ساتھ دلیل نمبر ایک لکھے۔ اگر جواب "حدیث صحیح صریح غیر معارض" سے دے تو اس کے ساتھ دلیل نمبر دوم لکھے۔ اگر جواب اجماع سے دے تو اس جواب کے ساتھ دلیل نمبر تین لکھے اور اگر جواب قیاس سے دے تو اس کے ساتھ دلیل نمبر چار لکھے اور یہ بھی بتائے کہ یہ قیاس اس کا اپنا ہے یا کسی اور امتی کا۔

صحیحین کے راوی:

آل پیرداد لکھتا ہے "کسے معلوم تھا کہ ایسا دور آنے والا ہے جب مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنے والے یہ بدعتی صحیحین (بخاری و مسلم) کی احادیث اور راویوں پر اندھا دھند حملے کریں گے۔ اور سادہ لوح مسلمانوں میں ان کی عزت میں کمی کی کوشش کریں گے، مگر چاند پر تھوکنے والے کا تھوک اس کے منہ پر ہی پڑتا ہے۔ ان شاء اللہ ان بدعتیوں کی یہ کوششیں بالکل ہی رائیگاں جائیں گی۔ (نور العینین ص ۱۷-۱۸) مثلاً سرفراز صفدر صاحب دیوبندی نے صحیحین کے بعض درج ذیل راویوں پر عمل جراحی چلایا ہے: (۱) مکحول (صحیح مسلم)، (۲) العلاء بن الحارث (مسلم)، (۳) ولید بن مسلم (صحیح بخاری صحیح مسلم) (۴) سعید بن عامر (بخاری و مسلم) (۵) العلاء بن عبد الرحمن (مسلم)

اس سے آل پیرداد بتانا یہ چاہتا ہے کہ جو بخاری یا مسلم کے کسی راوی پر جرح کرے وہ بدعتی ہے، مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلنے والا ہے۔ اس کا تھوک اس کے منہ پر اور اس کی کوشش رائیگاں ہے۔ لیکن خود بخاری مسلم کے راویوں پر جرح اس کے روزمرہ کا معمول ہے۔ امام ابو بکر بن عیاش پر نور العینین میں خوب جرح کی ہے اور اس خط میں بھی۔ محدث علی بن الجعد جو بخاری شریف کا راوی ہے بخاری نے اصول میں بھی اس سے روایات لی ہیں۔ متابعت میں بھی، اس پر جرح کرتے ہوئے یہ (آل پیرداد) ایسا اندھا ہو گیا ہے کہ لکھتا ہے کہ وہ سیدنا معاویہؓ کی تکفیر کا قائل تھا۔ کیا واقعہ صحیح بخاری کے راوی ایسے ہی ہیں جو صحابہ کرام کی تکفیر کرتے تھے۔ الزام تشیع کا جواب میری تحریر میں موجود تھا۔ اس کا جواب نہیں دیا۔ امام حفص بن غیاث، امام اعمش، امام سفیان ثوری کی احادیث محض تدلیس کے الزام میں مردود قرار دے دی ہیں۔ حالانکہ احناف کے ہاں خیر القرون میں تدلیس کوئی جرح ہی نہیں اور شوافع کے ہاں ایک متابع یا شاہد مل جائے تو تدلیس کا الزام ختم ہو جاتا ہے۔ اور یہاں اسنادی شواہد کے ساتھ ساتھ عملی تواثر میں رکعت تراویح کا موجود ہے۔ لیکن یہ منکر حدیث احادیث کو مردود قرار دے رہا ہے۔

بیس رکعت تراویح کی مرفوع حدیث کا راوی ابوشیبہ ہے۔ حدثنا یزید بن ہارون قال اخبرنا ابراہیم بن عثمان عن الحكم عن مقسم عن ابن عباسؓ ان رسول الله ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۴، ج ۲) "حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے۔"

حدثنا احمد بن منيع ثنا زيد بن الحباب ثنا ابراهيم بن عثمان عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس: کہ حضورؐ نے جنازہ پر فاتحہ پڑھی (ابن ماجہ ص ۱۰۷) دیکھئے ان دونوں کی سند میں ابراہیم بن عثمان (ابوشیبہ) حکم، مقسم، ابن عباس ہیں۔ ابراہیم بن عثمان کو آل پیرداد کذاب، وضاع، نامعلوم کیا کیا کچھ کہتا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ یہی راوی جنازہ پر فاتحہ کی حدیث میں بھی آتا ہے اور یہ حدیث صلوٰۃ الرسول میں ہے جس پر آپ کے بڑے بڑے علماء کی تصدیقات ہیں۔ وہاں آپ کو اس راوی اور اپنے علماء پر غصہ کیوں نہیں آتا۔ اب آل پیرداد لکھتا ہے: یہ جنازہ پر فاتحہ والی روایت اس وجہ سے موضوع نہیں کہ اس کے بہت سے شواہد ہیں (صلوٰۃ الرسول ص ۴۶۶) حالانکہ صلوٰۃ الرسول ص ۴۶۶ حدیث نمبر ۵۱ پر لکھا ہے ضعیف سنن ابن ماجہ۔ یہ سند ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے (آگے لکھتا ہے بیہقی و کتب حدیث اس روایت سے پہلے حکیم محمد صادق سیالکوٹی صاحب نے صحیح بخاری کی روایت پیش کی ہے جو کہ بالکل صحیح اور انہما سنۃ کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس ابوشیبہ کی روایت کا شاہد اور مؤید ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ایک روایت بالکل صحیح ہو تو اس کی تائید میں کمزور روایت پیش کرنا حرام و ممنوع نہیں ہے۔ اس جملے میں آل پیرداد نے لکھا: "بالکل صحیح" ہے جبکہ بخاری میں سفیان کا عنعنہ ہے اور آل پیرداد کے ہاں یہ سند ضعیف ہے۔ (۲) اس قول ابن عباسؓ کو مرفوع لکھا، جبکہ امام ترمذی نے لکھا ہے واضح عن ابن عباسؓ قولہ یعنی صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔ تو یہ مرفوع حدیث کیسے بن گئی۔ (۳) یہ کہ ایک موقوف قول شاہد ہو تو کذاب وضاع کی حدیث بھی قابل عمل ہو جاتی ہے۔ یہ قاعدہ نہ قرآن میں ہے نہ سنت میں اور نہ اجماع میں۔ (۴) پھر یہ بات قابل غور ہے کہ ابراہیم بن عثمان جو آل پیرداد کے ہاں کذاب اور وضاع ہے اس کا ایک موقوف شاہد مل جائے تو ابوشیبہ کا کذاب بھی ختم اور وضع بھی اور بیس رکعات تراویح پر تمام صحابہ اور امت کا استقرار ہو جائے تو وہ شاہد نہ بن سکے۔ ابوشیبہ بھی کذاب ہی رہے بلکہ اس کو پیش کرنے والا بھی کذاب، وضاع، معاند، نفس پرست کہلائے۔ (۵) ابن عباسؓ کے قول کا متن بخاری نے مکمل نقل نہیں کیا۔ نسائی نے نقل کیا ہے کہ جب ابن عباسؓ نے فاتحہ پڑھی تو قاضی صاحب نے ہاتھ پکڑ کر پوچھا یہ کیا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات صحابہ تابعین میں کسی کو معلوم بھی نہ تھی کہ جنازہ میں فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ سوال ہمیشہ غیر معروف بات پر ہوتا ہے۔ وضو میں کلی کرتے دیکھ کر کوئی سوال نہیں کرتا کہ یہ کیا؟ اب دیکھئے سند دونوں حدیثوں کی ایک ہے، لیکن بیس تراویح کو عملاً تلقی بالقبول حاصل ہے اور جنازہ میں فاتحہ کو تلقی بالرد ہے اور تلقی بالقبول سے تو ضعیف سند بھی صحیح قرار پاتی ہے۔ اور تلقی بالرد سے صحیح سند بھی شاذ و منکر قرار پاتی ہے۔ لیکن آل پیرداد ایک بے اصول فرقہ کا فرد ہے جن کی اپنی کوئی اصول کی کتاب نہیں۔ تو با اصول لوگ اس بے اصول کی بے اصولیوں کی کیا پرواہ کرتے ہیں۔ الغرض اس سے میرا ایک ہی سوال تھا کہ آپ کسی ایک مسلمہ مجتہد یا محدث کا مستند حوالہ پیش کر دیں کہ دورِ فاروقیؓ سے ملکہ و کٹورہ کے دور غیر مقلدیت کے جنم تک آٹھ رکعت تراویح پر استقرار رہا ہے۔ اس بارہ میں وہ آج بھی ناکام ہے اور ان شاء اللہ العزیز صبح قیامت تک ناکام رہے گا۔

اوکاڑوی کا تعاقب:

عنوان دے کر لکھتا ہے وہ حیاتی ہے۔ آل پیرداد نے امام بیہقی کے ساتھ لفظ حیاتی نہیں لکھا جس نے حیات النبی ﷺ پر پورا رسالہ لکھا۔ علامہ سبکی اور علامہ سیوطی نے بھی اس مسئلہ پر مستقل رسالے لکھے۔ بلکہ پہلی تیرہ صدیوں میں وہ ایک مستند محدث کا حوالہ پیش نہیں کر سکتا جس نے کہا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کا اجسام مطہرہ کے ساتھ قبور میں کوئی تعلق نہیں اور وہ روضہ پاک پر پڑھا ہوا صلوة وسلام نہیں سنتے۔ آپ کے شوکانی، نذیر حسین دہلوی، شمس الحق عظیم آبادی، فتاویٰ ستاریہ والا یہ سب حیاتی تھے یا نہیں؟ بلکہ مولوی اسماعیل سلفی سے پہلے کسی لامذہب غیر مقلد سے حیات النبی ﷺ کا انکار ثابت نہیں۔ ہاں جو جناب لکھتے ہیں کہ اہل حدیث کے اقوال پیش کرنا فضول اور مردود ہے۔ اس کی وجہ لکھیں، کیا آپ کے ہاں اہل حدیث ہونا اتنا بڑا گناہ ہے کہ وہ مردود الشہادت ہو جاتا ہے۔ بیگانوں میں تو کیا اپنوں میں بھی اس کی شہادت مردود اور فضول قرار پاتی ہے۔ آپ خود بھی تو اس اصول پر فضول اور مردود الشہادت قرار پائیں گے۔

گستاخ رسول:

احقر نے عرصہ دس سال پہلے ایک رسالہ شائع کیا تھا جس میں ۲۶۰ باتیں نماز کے بارہ میں ان غیر مقلدین سے پوچھی تھیں۔ اس کا نام ہی غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ہے۔ آج تک غیر مقلدوں پر اس کے جواب میں سکوت مرگ طاری ہے۔ اس رسالے نے غیر مقلدین کے اس جھوٹ کا پول کھول دیا کہ غیر مقلدین کی نماز کے مکمل احکام اور ترتیب صرف قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ البتہ مجموعہ رسائل میں کچھ کاتب کی غلطیاں تھیں۔ ناشر نے یہ ضروری اعلان لگا دیا کہ اگر ان رسائل میں کوئی غلطی ہو تو وہ غلطی مرتب کی ہی کوتاہی سمجھیں نہ کہ حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی کی (مجموعہ رسائل جلد سوم ص ۴) اس رسالہ میں کچھ اعتراضات اہل حدیث کے بڑے بھائیوں اہل قرآن کی طرف سے نقل کئے گئے تھے جن کا جواب نام نہاد اہل حدیث پر فرض تھا۔ مثلاً ص ۱۹۷ پر ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ گدھا سامنے سے گزرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (مسلم ص ۱۹۷، ج ۱) لیکن آپؐ نے نماز پڑھائی جبکہ سب کے سامنے گدھی چر رہی تھی (مسلم ص ۱۹۶، ج ۱، ابوداؤد، نسائی) بلکہ آپؐ نے گدھے پر نماز ادا فرمائی۔ یہ قول و فعل کا تضاد کیوں ہے (اس کا جواب اب تک غیر مقلدین نہیں دے سکے) ص ۱۹۸ پر ہے۔ آپؐ نے فرمایا کتا سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (مسلم ص ۱۹۷، ج ۱) لیکن آپؐ نماز پڑھاتے رہے اور کتا سامنے کھیلتی رہی اور گدھی بھی چرتی رہی۔ اہل قرآن اہل حدیث سے یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کیسے پتہ چلا کہ یہ سامنے چرنے والا گدھا نہیں گدھی ہے اور کھیلنے والا کتا نہیں کتا ہے۔ یہ امتیاز شرمگاہ پر نظر پڑنے سے ہوتا ہے یا اس کے بغیر؟ اگر شرمگاہ پر نظر پڑنے سے ہی یہ امتیاز ہوتا ہے تو اس نظر پڑنے سے نماز لوٹائی نہیں گئی۔ کیا آپ کے نزدیک شرمگاہ پر نظر پڑنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟ اہل قرآن نام نہاد اہل حدیث سے یہ سوال پوچھتے ہیں۔ وہ آج تک جواب نہیں دے سکے کہ یہ امتیاز کہ وہ گدھا نہیں تھا گدھی تھی اور کتا نہیں تھا کتا تھی کیسے ہوا تھا۔ جن کی نظر دونوں کی شرمگاہوں پر پڑی ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کاتب نے درمیان سے کچھ عبارت غلطی سے چھوڑ دی۔ اب اپنی نماز ثابت تو نہیں کر سکے نہ اہل قرآن کے اعتراضات کا جواب دے سکے، مجھے گستاخ رسول کہنے لگے۔ حالانکہ کئی سالوں سے میں نے ناشرین سے کہہ بھی دیا تھا کہ صفحہ نمبر ۱۹۸ کی آخری آدھی سطر حذف کر دیں۔ کیونکہ اس کو بہانہ بنا کر وہ کتاب کا جواب دینے سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ لیکن ناشر نے توجہ نہ دی۔ اب یہ رسائل دوسرے ناشر کو دیئے جا رہے ہیں۔ وہ اغلاط کی تصحیح کے بعد شائع کرے گا۔

کذب وافتراء:

اوکاڑوی حیاتی کا کذب وافتراء کا عنوان دیا۔ ایک حدیث ہے: عن ابن شہاب بلغنی انه لا جمعة الا بخطبة (المدرۃ الکبریٰ ص ۱۴۷ ج ۱) ابن شہاب زہری تابعی فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا۔ یہ بات غیر مدرک بالقیاس ہے اور محدثین کا اصول ہے کہ تابعی کا وہ قول جو غیر مدرک بالقیاس ہو مرفوع مرسل کے حکم میں ہوتا ہے اور مرسل معتضد باجماع امت حجت ہے اور اس مرسل معتضد کو تلقی بالقبول اور تو اتر عملی کا شرف حاصل ہے۔ جب باصول محدثین کے نزدیک یہ حدیث مرفوع مرسل ہوئی حکماً تو اس کا ترجمہ یہی ہوگا کہ آپؐ نے فرمایا خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا۔ آپ اس جملہ کو مرفوع مان کر ترجمہ کریں، کیا ہوگا؟ اس فرقے کے ہر بڑے چھوٹے کو مجموعہ رسائل اور تجلیات صفدر پڑھ کر یقین کامل ہو چکا ہے کہ ہمارا کوئی ایک مکمل مسئلہ بھی قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ اب میرے مطالبات کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ تو کسی کا تب کی غلطی کا بہانہ بنا کر جواب سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ لیکن اب دو پہر کے سورج سے زیادہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ فرقہ عمل بالحدیث کے دعویٰ میں بالکل جھوٹا ہے۔ اور یہی جھوٹ ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

فراڈ:

میں نے غیر مقلدین کا عجیب فراڈ کا عنوان دے کر لکھا تھا کہ ان کے محدث اعظم عبداللہ روپڑی نے دارقطنی، حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ ملخصاً میں نے لکھا تھا کہ یہ حدیث سرے سے ان کتابوں میں موجود ہی نہیں ہے۔ چنانچہ اس کو کسی نے صحیح یا حسن کہا ہو۔ یہ اعتراف اتنا زبردست تھا کہ آج تک اس جھوٹ کی سیاہی کوئی اس کے چہرے سے نہ دھوسکا۔ آل پیرداد نے کمال کر دیا کہ یہ حدیث تینوں کتابوں میں ہے۔ حالانکہ جس حدیث کا حوالہ میں نے دیا ہے "مجموعہ رسائل" ص ۲۸۳، ج ۱ پر میں اس کی وضاحت کر چکا تھا۔ دیکھو جھوٹ نمبر ۲۹۔ وہ حدیث اسحاق بن ابراہیم زبیدی والی نہیں بلکہ بشر بن رافع والی ہے۔ آل پیرداد خود نظر چیک کر دئے۔ جھوٹوں کی حمایت کر کے انسان اسی طرح ذلیل ہوتا ہے۔

تناقضات:

الحمد للہ میں نے اس فرقے کے "جھوٹے دعوے" عمل بالحدیث کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ ان کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں کہ ایمان کے بعد سب سے اہم فرض نماز ہے۔ یہ اپنی نماز کے مکمل احکام اور مکمل ترکیب بھی قرآن کے ترجمہ اور حدیث صحیح صریح غیر معارض کے ترجمہ سے نہیں دکھا سکتے۔ اب ہمارے نوجوان ان کے بڑے بڑے مناظروں کے پاس جاتے ہیں کہ آپ یہ تحریر لکھ دیں کہ ہم اپنے مسلک کے مکمل مسائل صرف قرآن پاک اور حدیث صحیح صریح غیر معارض کے ترجمہ میں دکھائیں گے۔ اگر ہم کسی ایک جگہ بھی کسی امتی کا قول پیش کریں تو ہماری شکست ہوگی اور ہم لکھ کر اعتراف کریں گے کہ ہم جھوٹے اہل حدیث ہیں۔ مگر ان کے مناظر اس تحریر پر دستخط کرنے کو تیار نہیں۔ آل پیرداد میں اگر صداقت کا ذرہ بھی ہے تو وہ تحریر اپنے دستخطوں سے شائع کر دے۔

ان شاء اللہ وہ جس شہر میں جائے گا ہمارے نوجوان اس سے مکمل نماز کے احکام و ترتیب سیکھنے کو تیار ملیں گے۔ اب وہ اپنی پریشانی کو چھپانے کے لئے مجھ پر ذاتی حملے کرتے ہیں۔ کسی کو کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ بالفرض ایسا ہو تو میرا ذاتی گناہ ہوگا۔ اس سے میرے مسلک اہل سنت

والجماعت حنفی پر کیا اثر؟ دیکھو اگر ایک مسلمان جھوٹ بولے تو اس کے اس ذاتی گناہ کی وجہ سے آپ اسلام کو جھوٹا مان لیں گے؟ اور قیامت تو یہ ہے کہ بقول آپ کے جھوٹا جھوٹ بولتا جا رہا ہے اور سچے سچ کو چھپا رہے ہیں۔ وہ اپنی نماز کے مکمل احکام اور ترتیب آج تک ثابت نہیں کر سکتے۔ کبھی کہتے ہیں اس کے کلام میں تناقض ہے۔ یہ فرمائیں کہ بالفرض اگر میرے کلام میں کوئی تناقض ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اپنی مکمل نماز ثابت نہیں کریں گے۔ یا میرے ذاتی فعل سے حنفیت اور اسلام غلط ہو جائے گا۔

دوسو صحابہ سے عطاء کی ملاقات:

غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے دوسو صحابہ کو امام کے پیچھے آمین کہتے سنا۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس لئے میں نے اس کی صحت کا انکار کیا۔ خود البانی غیر مقلد بھی کہتا ہے کہ اس کے راوی خالد بن ابی انوف کا ثقہ ہونا ثابت نہیں۔ ہاں بعض جگہ میں نے غیر مقلدین کو لازمی طور پر جواب دیا کہ آپ کے ہاں تو عطاء کو دوسو صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ اس بات کو انہوں نے تضاد کا نام دیا۔ جہاں ملاقات کا ذکر ہے وہ غیر مقلدین کا عندیہ ہے، جہاں انکار ہے وہ میرا عندیہ ہے۔

ایک اور تناقض:

آل پیرداد لکھتا ہے کہ ایک روایت پراوکاڑوی صاحب جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ام یحییٰ مجہولہ ہیں اور دوسری جگہ ام یحییٰ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ اصل بات صاف ہے کہ ام یحییٰ خیر القرون کی ہیں اور خیر القرون کی جہالت احناف کے ہاں جرح نہیں۔ غیر مقلدین کے ہاں جرح ہے۔ جہاں میں نے استدلال کیا ہے وہ حنفی فقہ کے مطابق مسئلہ تھا تو حنفی اصول کو مدنظر رکھا اور وہاں ام یحییٰ کی روایت کے معارض بھی کوئی روایت نہیں۔ اور جہاں اس کو مجہولہ کہا وہ شوافع کے اصول پر کہا۔ غیر مقلد شوافع مقلدین کے مقلد ہیں۔ اور وہاں ام یحییٰ کی روایت "علی صدرہ" کے معارض تحت السره کی روایت بھی ہے۔ اس لئے اپنے مسئلہ میں اپنا اصول سامنے رکھا اور غیر مقلدین کے مسئلہ میں ان کا، یہ عین انصاف ہے۔

لاڑکانہ کا مناظرہ:

آٹھ رکعت تراویح پر استقرا ثابت نہیں ہو رہا۔ اس لئے جھوٹ بول کر اپنے لوگوں کو مطمئن کرنا چاہتا ہے۔ اس واقعہ کا ذکر "تجلیات صفدر" ص ۹۹ تا ص ۱۱۰ پر ہے۔ طالب زیدی اور آل پیرداد کے سامنے ان کا مکمل عمل قرآنہ خلف الامام آمین اور رفع یدین کے بارہ میں لکھ کر پیش کیا۔ یہ دستخط بھی نہ کر سکے اور بھاگ اٹھے۔ اب بھی وہ عبارتیں تجلیات صفدر میں موجود ہیں۔ ان عبارات پر اب بھی دستخط کر دے تو ان شاء اللہ العزیز میرے کسی شاگرد کے سامنے دم نہیں مار سکے گا۔ اگر ایمان کا ذرہ ہے تو ان عبارات پر دستخط کرو اور قدرت خدا کا تماشا دیکھو۔

رکعات تراویح:

میرے مضمون کا خلاصہ یہی تھا کہ امت میں استقرا و مواظبت میں تراویح باجماعت کو نصیب ہوئی۔ اس لئے یہ سنت مؤکدہ سے ہیں۔ آٹھ رکعت تراویح باجماعت پر نہ کوئی ماں کالال نبی پاک ﷺ کی مواظبت ثابت کر سکتا ہے نہ صحابہ اور تابعین کی۔ اس لئے آٹھ رکعت باجماعت نہ ہی سنت نبوی ہیں اور نہ ہی سنت صحابہ؟ اب آل پیرداد کا حال یہ ہے کہ اپنے خط کے ص ۲۲ پر تو امام مالکؒ کا ایک بے سند قول عبدالحق اشبیلی مالکی کی کتاب التجہد ص ۸۹۰، ۱۷۶ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ یہ گیارہ سے زائد کی بدعت نامعلوم کس نے ایجاد کی۔ اور یہی آل پیرداد اپنے خط کے ص ۳۲ پر لکھتا ہے: "نفل سمجھ کر پڑھنے والا بیس پڑھے یا چالیس اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف سنت مؤکدہ سمجھ کر پڑھنے میں ہے" اب ادھر کہہ رہا ہے کہ گیارہ سے زائد بدعت ہیں۔ ادھر لکھ رہا ہے کہ چالیس بھی زائد جائز ہیں اور درجہ نفل و مستحب ہیں۔ کیا آل پیرداد کے ہاں نفل اور بدعت ہم معنی ہیں۔ اور اس بات پر بھی غور کرو۔ ایک طرف وہ حدیث عائشہؓ پیش کر رہا ہے کہ رسول اقدس ﷺ نماز (تہجد) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، ادھر کہہ رہا ہے چالیس رکعت بہ نیت نفل بھی جائز ہے۔ تو اب یہ خود ہی حدیث عائشہؓ کو چھوڑ گیا۔ اور عبدالحق مالکی کی کتاب سے ص ۸۹۰ تو لکھ دیا لیکن ص ۸۹۱ پر تھا قال ابن القاسم کرہ ملک رحمہ اللہ تعالیٰ ان ینقص الناس من عدد الرکوع الذی جرى به العمل فی مسجد رسول اللہ ﷺ وہی تسع وثلاثون رکعة والوتر ثلاث واختار هو لنفسه احدی عشرة رکعة۔ ابن القاسم نے کہا کہ امام مالکؒ ۳۶ رکعت تراویح اور تین وتر سے کم نماز کو مکروہ فرماتے تھے۔ کیونکہ مدینہ میں مسجد نبویؐ میں اسی پر عمل جاری ہوا۔ البتہ امام مالک نے خود گیارہ رکعت اپنی ذات کے لئے اختیار فرمائیں۔

فائدہ:

ابن القاسم سے یہ روایت المدونۃ الکبریٰ میں اس طرح ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین نے میرے پاس آدمی بھیجا کہ مدینہ میں لوگ ۳۶ رکعت تراویح پڑھتے ہیں، اس میں کچھ تخفیف ہو جائے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں میں نے امیر المؤمنین کو ان (۳۶ رکعات) میں کمی کرنے سے منع کیا اور میں نے اسے کہا کہ میں نے لوگوں کو شروع سے ہمیشہ ۳۶ رکعت ہی پڑھتے پایا ہے (المدونۃ الکبریٰ ص ۱۹۳ ج ۱) یہاں ابن القاسم نے یہ بالکل بیان نہیں کیا کہ امام مالکؒ خود گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ یہ سند متصل ہے، کیونکہ مالکؒ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہے اور ان سے روایت کرنے والے امام ابن القاسم ۳۳۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱ھ میں فوت ہوئے۔ اور ان سے روایت کرنے والے امام سخون ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۴ھ میں فوت ہوئے، جبکہ عبدالحق اشبیلی القاسم کی وفات کے ۳۲۹ سال بعد پیدا ہوئے۔ آل پیرداد کا یہ لکھنا کہ ظن غالب ہے کہ گیارہ کا قول ابن مغیث مالکی نے کتاب المجتہدین میں لکھا ہوگا واللہ اعلم ص ۲۲ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آل پیرداد کا ظن ہے وان الظن لا یغنی عن الحق شیئاً۔ دوسرے ابن مغیث بھی تو ابن القاسم کی وفات کے ۳۲ سال بعد پیدا ہوا ہے۔ تو سند کہاں متصل رہی؟ المدونہ میں ابن القاسم نے یہ لکھا ہے کہ امام مالکؒ مسجد میں تراویح باجماعت سے نہ پڑھتے تھے۔ فرماتے تھے جس میں قوت (تمام رات شب بیداری کی ہے) وہ گھر پر پڑھے اور میں بھی ایسا کرتا ہوں۔ پھر آل پیرداد نے عبدالحق اشبیلی کی کتاب سے نمبر ۸۹۲ بھی نہیں لکھا جس میں یہ ہے کہ مسجد نبوی میں استقرا ۳۶ رکعات تراویح پر ہوا ہے۔ ص ۱۷۶۔ اب خلاصہ یہ نکلا کہ مسجد نبوی میں استقرا ۳۶ رکعت تراویح اور تین وتر کو ہوا۔ اس سے کم کی جماعت کو امام مالکؒ مکروہ اور ممنوع سمجھتے تھے۔ البتہ خود گھر میں ساری رات نماز پڑھتے تھے۔ اب وہ کتنی رکعت تھیں؟ اس کا کسی سند میں ذکر نہیں۔

گیارہ رکعت گھر پڑھنا بالکل بے سند بات ہے۔

آل پیرداد نے استقرا باجماعت گیارہ رکعت پر ثابت کرنا تھا وہ تو نہ کر سکے نہ نبی پاکؐ سے نہ صحابہؓ سے، نہ تابعین سے، نہ تبع تابعین سے، نہ ائمہ اربعہ کے متون فقہ سے۔ ہاں ۳۶ رکعات پر استقرا کتاب میں مذکور تھا۔ وہ بیان نہ کیا۔ نہ ۳۶ سے کم کا مکروہ ہونا بیان کیا۔ ان ہی خیانتوں پر غیر مقلدین کے مذہب کا دار و مدار ہے۔ اور آل پیرداد ص ۲۳ پر پھر لکھتا ہے: "اگر کوئی شخص بطور نفل بیس یا چالیس وغیرہ پڑھتا ہے تو کوئی شخص بھی اسے بدعت نہیں کہہ سکتا۔" کبھی امام مالک سے گیارہ سے زائد کو بدعت لکھتا ہے، کبھی کہتا ہے کہ بدعت کوئی نہیں کہہ سکتا۔ اور اس کی بھی وضاحت نہیں کرتا کہ آپؐ تو آٹھ سے زائد نہ کریں۔ اور تیرے نزدیک چالیس بلکہ زائد بھی جائز ہوں۔ ما کان یزید کو کس کو نے میں چھپاتے ہو؟

سنت مؤکدہ:

آل پیرداد نے لکھا ہے کہ تراویح کسی نماز کا نام سنت سے ثابت نہیں۔ جب اصل نماز ہی سنت سے ثابت نہیں تو اس کی رکعات کیسے سنت مؤکدہ ہو گئیں۔ پھر مجھ سے بار بار مطالبہ کیا ہے کہ بیس کے ساتھ سنت مؤکدہ کا لفظ دکھاؤ..... تو پہلے آپ کو آٹھ کے ساتھ لفظ تراویح اور لفظ سنت مؤکدہ دکھانا چاہئے تھا، جو آپ نہیں دکھا سکے۔ کیا آپ آمین بالجہر، رفع یدین، اختلائی اور سینے پر ہاتھ باندھنے کے ساتھ سنت مؤکدہ کا لفظ دکھا سکتے ہیں؟ آپ کے اس مطالبہ سے معلوم ہوا کہ آپ کو جس طرح اجماع کی جامع مانع تعریف نہیں آتی اور نہ ہی فرض کی اور نہ ہی آپ کو پتہ ہے کہ ایک رکعت نماز میں کل کتنے فرض ہیں۔ اسی طرح آپ کو سنت مؤکدہ کی تعریف بھی نہیں آتی۔ اور نہ یہ پتہ ہے کہ ایک رکعت نماز میں کل مؤکدہ سنّت کتنی ہیں۔ یہ علمی یتیم کبھی بھی نہیں بتا سکتے۔ جناب نے صادق سیالکوٹی (جو آپ کے رسول ہیں) کی صلوٰۃ الرسول پر عبدالرؤف کی نقل کر کر کے تخریج کی ہے۔ اس میں آپ نے پڑھا ہے کہ سنت مؤکدہ کے لئے مداومت ثابت کرنا ہوگی۔ اسی طرح محمد یوسف جے پوری نے ہدایہ اور شرح وقایہ کے حوالہ سے چوری کر کے سنت کی یہ تعریف لکھی ہے: "سنت وہ ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے مواظبت فرمائی ہو مگر عذر سے" (ہدایہ ص ۱۰ ج ۱ شرح وقایہ ص ۱۳۴) حالانکہ یہ عبارت نہ ہدایہ میں ہے نہ شرح وقایہ میں۔ متن کی اصل عربی عبارت پیش کریں۔

در اصل اس جھوٹے فرقہ کی بنیاد ہی جھوٹوں پر ہے۔ تاہم اسی مداومت اور مواظبت کو استقرا کہتے ہیں۔ جب استقرا میں نے ثابت کر دیا تو سنت ہونا ثابت ہو گیا۔ آپ نہ سنت کا لفظ دکھا سکتے ہیں اور نہ استقرا ۸ رکعت تراویح باجماعت پر دکھا سکتے ہیں۔ نہ نبیؐ سے نہ خلفاء راشدینؓ سے، نہ دیگر صحابہؓ سے، نہ تابعینؓ سے نہ تبع تابعینؓ سے، بلکہ ملکہ وکٹوریہ کے دور سے قبل کسی اسلامی ملک کی کسی مسجد میں آٹھ رکعت تراویح پر استقرا ثابت نہیں کر سکتے، ولو کان بعضکم لبعض ظہیرا۔

تقلید:

جناب جب جواب سے عاجز آتے ہیں تو موقع بے موقع تقلید کو گالیاں دینے لگتے ہیں۔ لیکن آج تک دنیا بھر میں کوئی غیر مقلد کسی ماں نے نہیں جنا جو صرف اور صرف ایک آیت یا ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کرے کہ اجتہادی مسائل میں غیر مجتہد پر مجتہد کی تقلید کرنا شرک ہے، حرام ہے۔ اسی طرح فرقہ غیر مقلدین جب سے پیدا ہوا ہے یہ جھوٹ بولتا آ رہا ہے جو جناب نے بھی ص ۳۵ پر بولا ہے کہ ائمہ اربعہ نے تقلید سے منع کیا ہے..... آپ ایک امام سے ثابت کر دیں کہ انہوں نے عامی کو اجتہادی مسائل میں مجتہد کی تقلید سے منع کیا ہو ورنہ کم از کم ایک لاکھ دفعہ لعنة اللہ علی الکاذبین پڑھ کر اپنے جھوٹے دل پر پھونک مار لیا کریں۔ اسی طرح ص ۴۱ پر تقریرات رافعی کے حوالہ سے جو نامکمل عبارت نقل کی

ہے وہاں عامی لوگوں کا ذکر نہیں طبقات فقہاء کا ذکر ہے کہ مجتہد فی المذہب اور متبحر فی المذہب کو دلیل سے اختلاف کا حق مانا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک قتال، قاضی حسین وغیرہ آپ کی طرح عامی تھے۔ کل خدا کو کیا جواب دو گے؟ اور ص ۴۲ پر کبھی مقلد کو جاہل لکھا ہے کبھی علماء سے نکالا ہے۔ اس طرح اپنا جاہل اور بے علم ہونا ثابت کیا۔ علم تحقیقی مجتہد کے پاس ہوتا ہے اور علم تقلیدی مقلد کے پاس۔ جس طرح ایک مستند طبیب نسخہ لکھتا ہے تو اس نسخہ کا علم تحقیقی اس کے پاس ہوتا ہے لیکن مریض کو تقلیداً علم ہو جاتا ہے کہ یہ نسخہ میری بیماری کے لئے مفید ہے۔ جس طرح محدث اپنی رائے سے سند پر حکم لگاتا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے، یہ مشہور ہے، یہ عزیز ہے، یہ غریب ہے، یہ صحیح ہے، یہ حسن ہے، یہ ضعیف ہے وغیرہ اور عامی اس کی تقلید سے جان لیتا ہے کہ حدیث کا درجہ کیا ہے؟ اسی طرح مجتہد اجتہاد سے بتاتا ہے کہ نماز میں اتنے فرائض ہیں، اتنے واجبات ہیں، اتنی سننیں ہیں اور مقلد اس تحقیق کو یاد کر لیتا ہے تو اسے بھی فرائض، واجبات اور سنن کا علم ہو جاتا ہے۔ البتہ غیر مقلد اتنا بڑا جاہل ہے کہ اسے نہ علم تحقیقی ہے نہ علم تقلیدی۔ اسی لئے نہ وہ خود نماز کے ارکان کتاب و سنت سے اخذ کر سکتا ہے نہ مجتہد سے سیکھتا ہے۔ وہ جاہل ہی پیدا ہوتا ہے، جاہل ہی رہتا ہے اور جاہل ہی مرجاتا ہے۔ وہ ساری عمر کتاب اللہ سے بھی جاہل رہتا ہے۔ سنت رسول اللہ ﷺ سے بھی۔ اور کتاب و سنت کا علم تو اسے کیا ہوتا۔ اس کو اپنے بارہ میں بھی علم نہیں ہوتا کہ میں جاہل ہوں۔ وہ طب سے جاہل ہو کر اطباء پر تو کلمہ چینی نہیں کرتا، قانون سے جاہل ہو کر جسٹس صاحبان پر تو اعتراضات نہیں کرتا لیکن اجتہاد کی تعریف سے جاہل ہو کر ائمہ مجتہدین کا منہ چڑاتا ہے۔

قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچرٹی گنجی کرے ہے حضور بلبل بستاں نوا سنجی

اس کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ پیش ملا طبیب و پیش طبیب ملا و پیش ہر دو ہیچ اور پیش ہیچ ہر دو۔

اہل السنۃ والجماعۃ:

اہل سنت والجماعت ہی فرقہ ناجیہ ہے۔ سنت ہماری منزل ہے اور اجماع اس تک پہنچنے کے لئے جی ٹی روڈ ہے اور حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، یہ علاقائی اور لوکل روٹ ہیں۔ اس کی دوسری تشریح یوں ہے کہ منصوص مسائل میں ہم اہل سنت، اجماعی مسائل میں والجماعت اور اجتہادی مسائل میں ہم حنفی ہیں۔ اہل سنت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نبیوں کو برحق مانتے ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا عقائد میں اتفاق ہے اور بہت سے اعمال میں بھی اتفاق ہے۔ ان عقائد اور اعمال میں ہم سب نبیوں کی تابعداری کرتے ہیں۔ ہاں جن اعمال میں ہمارے نبی پاک ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں عملی اختلاف ہو گا وہاں ہم نبی پاک ﷺ کے طریقے کو نسخ اور ان اعمال کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ حضور کی نبوت کا زمانہ جاری ہے اور ان کی نبوت کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ یہ مطلب ہمارے اہل سنت ہونے کا ہے..... ہم جمعہ پڑھتے ہیں، ہفتہ یا اتوار نہیں پڑھتے۔ ہم نماز میں بیت اللہ کی طرف منہ کرتے ہیں بیت المقدس کی طرف منہ نہیں کرتے۔ اسی طرح ائمہ اربعہ عقائد میں سب اہل سنت والجماعت ہیں۔ وہ سب حق پر ہیں اور جن اعمال میں چاروں کا اتفاق ہے ان اجماعی مسائل میں ہم سب کی تابعداری کرتے ہیں۔ ہاں جن مسائل میں اختلاف ہے ان میں یہاں ہمارے ملک میں علماء اور عملاً متواتر صرف اور صرف مذہب حنفی ہے۔ اس لئے ہم مذہب حنفی یعنی مفتی بہا مسائل پر عمل کرتے ہیں۔ جس طرح ساتوں متواتر قرأتوں میں سے یہاں تلاوۃ ایک ہی قرأت متواتر ہے (قاری عاصم کی قرأت اور قاری حفص کی روایت) اس لئے ہم اسی قرأت پر تلاوت کرتے ہیں۔ نہ دوسرے قاری صاحبان سے ہمارا جھگڑا ہے، کیونکہ ان مذاہب کے مفتی صاحبان اس ملک میں موجود ہی نہیں۔ غیر مقلدین خود ہی اہل سنت والجماعت سے نکل گئے۔ وہ یہ نام بھی چھوڑ گئے۔ کسی نے اپنا نام اہل قرآن رکھ کیا، کسی

نے اہل حدیث، کسی نے محمدی رکھ لیا، کسی نے احمدی، کوئی سلفی کہلانے لگا کوئی اثری۔ اس لئے یہ لوگ خود تو اہل سنت والجماعت سے نکل گئے اب الٹا چور کو تو ال کوڈاٹے آل پیرداد کہتا ہے کہ دیوبندی اہل سنت والجماعت نہیں۔ یہ اعلان وہ آدمی کر رہا ہے جو نہ سنت کی جامع مانع تعریف جانتا ہے نہ اجماع کی۔ جس کو یہ پتہ نہیں کہ استنجا کب فرض ہوتا ہے، کب واجب ہوتا ہے، کب سنت ہوتا ہے اور کب مستحب۔ اگر اس کے پاس علم نام کی کوئی چیز ہے تو اپنی مسلمہ دلیل شرعی سے ان چاروں باتوں کا جواب دے۔ مگر مقلدین کی کتابوں سے چوری نہ کرے۔ الغرض اس نے لکھا ہے کہ دیوبندی اہل سنت نہیں۔ اس دعویٰ پر نہ تو وہ قرآن پیش کر سکا اور نہ حدیث۔ کہ ہم سمجھتے کہ یہ یا اہل قرآن ہے یا اہل حدیث اور نہ کوئی اجماع کی نص پیش کر سکا، نہ کسی مجتہد کا قول۔ ہاں امام ابو حنیفہؒ کے چھوٹے شاگرد امام محمد کے شاگرد امام شافعیؒ کے دسویں صدی کے ایک مقلد علامہ سیوطی حیاتی کا نام مکمل قول نقل کیا اور مطلب اس کا بھی نہ سمجھ سکا۔ علامہ سیوطیؒ ابن تیمیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ قاضی ابویعلیٰ اور ابن عقیل میں اس بات پر تنازعہ ہوا کہ نفس پرست "اہل ہویٰ" کون کون ہیں؟ قاضی ابویعلیٰ اور ابو حامد اسفہرینی نے کہا کہ ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک کافر ہیں (جو ضروریات دین میں سے کسی ایک عقیدے کا انکار یا تاویل باطل کریں) دوسرے فاسق ہیں (جو ضروریات اہل سنت والجماعت کے کسی عقیدہ کا انکار کریں یا اس کی باطل تاویل کریں)۔ اور تیسرے درجہ میں وہ ہیں جو نہ کافر ہیں نہ فاسق اور یہ فقہاء ہیں۔ تو ابن عقیل نے کہا کہ یہ بات غلط ہے۔ فقہاء "اہل ہویٰ" میں سے نہیں (کیونکہ رسول پاک ﷺ نے فقہ کو خیر فرمایا ہے اور فقہاء کو خیار) اور تحقیق یہ ہے کہ ان میں اگر ہویٰ ہے تو پہلے دونوں سے بہت خفیف اور جو ضروری بات ہے وہ یوں کہا جائے کہ جو شخص رسول اقدس ﷺ کے علاوہ کسی اور امام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اور اسی نسبت کو محبت اور عداوت کا معیار بنالے وہ بدعتی ہے اور اہل سنت والجماعت سے خارج۔ یہ جھگڑا عقائد میں ہو خواہ فروع میں (کنز المذہبون ص ۱۳۹)..... جیسا کہ پہلے میں وضاحت کر چکا ہوں کہ یہ چاروں مذاہب (راستے) منزل محمدی کی طرف جارہے ہی رستے چلنے کے لئے ہوتے ہیں، بڑنے کے لئے نہیں ہوتے۔ اس لئے کوئی حنفی شافعی سے لڑے یا شافعی مالکی سے تو اس میں نفسانیت کا شائبہ ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں باقی چھ قرأتیں موجود ہی نہیں تو لڑائی کن سے! اسی طرح مالکی، شافعی، حنبلی مذاہب یہاں موجود ہی نہیں تو لڑائی کن سے۔ یہاں تو ایک ہی مذہب ہے حنفی، جو اس سے نکل گیا وہ لامذہب ہو گیا۔ اور ایک ہی دین ہے (اسلام) جو اس سے نکل گیا وہ بے دین ہو گیا۔ ہاں وہ غیر مقلد جو چاروں اماموں کے خلاف بدگمانیاں پھیلاتے اور بدزبانیاں کرتے ہیں وہ یقیناً اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔ جس طرح حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے صرف حضور اقدس ﷺ کی ہی تابعداری کرنا جرم نہیں۔ ہاں آپ کی تابعداری کے ساتھ کسی دوسرے نبی کی توہین کرے تو وہ یقیناً اسلام سے خارج ہے۔ اسی طرح جس امام کا مذہب جس ملک میں عملاً و درسا متواتر ہو اس ہی کی تقلید میں کتاب و سنت پر عمل کرنا کوئی جرم نہیں۔ ہاں دوسرے ائمہ مجتہدین کی توہین کرنے سے انسان یقیناً اہل سنت والجماعت سے نکل جاتا ہے۔ دیکھئے علامہ سیوطیؒ خود ایک ہی امام امام شافعیؒ کے مقلد ہیں اور دوسروں کی نسبت بھی ان کے اماموں کی طرف کرتے ہیں۔ خود علامہ سیوطیؒ ذیل تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں:

ابن حجر عسقلانی الشافعی، البرہان الحلبي الشافعی، ابہاء بن خلیل الشافعی، العلانی الشافعی، المعز بن جماع الشافعی، ابن الملقن الشافعی، البلقینی الشافعی، ابن ظہیر الشافعی، ابن الجزری الشافعی، ابن عبد اللہ الحنبلی، ابوبکر بن الحب الحنبلی، ابن رجب الحنبلی، المالکی امین الدین الحنفی، الزیلعی الحنفی، مغلطائی الحنفی۔ ان سب حضرات کو خود سیوطیؒ نے ایک ایک امام کی طرف منسوب کیا ہے۔ تو کیا ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیا ہے! ہرگز نہیں۔ لیکن اس فرقہ کے جاہل عربی کی ایک عبارت کا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم قرآن و حدیث کو سمجھ لیتے ہیں۔ بلکہ ماہرین کتاب و سنت کی غلطیاں نکال سکتے ہیں۔

اصول:

الحمد للہ ہماری مکمل اصول کی کتابیں ہیں۔ ہم قادیانیوں اور غیر مقلدوں کی طرح بے اصول نہیں ہیں۔ اس لئے اصول لکھنا ہو تو ہماری اصول کی کتابوں سے لکھو۔ متفق علیہ ہو تو صراحت ہو کہ یہ متفق علیہ ہے اور مختلف فیہ ہو تو صراحت ہو کہ مختلف فیہ ہے۔ لیکن آل پیرداد امام ابوحنیفہؒ کے اصول کے لئے آمدی کا حوالہ دیتا ہے جس سے صرف اپنی جہالت ظاہر کرتا ہے اور کچھ نہیں۔

۲۔ ہماری اصول کی کتابوں میں چار دلیلوں کا ذکر ہے اور چاروں کے اصول مذکور ہیں۔ مگر جہالت کی وجہ سے یہ کہتا ہے کہ حنفی قرآن، حدیث پیش نہیں کر سکتا۔ اور صرف اپنے امام کا مفتی بہ قول پیش کر سکتا ہے۔ اس بات کا تعلق مسائل منصوصہ یا اجماعیہ سے نہیں بلکہ مسائل اجتہادیہ سے ہے جس کی مخالفت آل پیرداد نے سارے خط میں کی ہے۔ اس کا فرض تھا کہ تحقیقی دلائل میں وہ صرف قرآن کی صریح آیت یا صرف حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کرتا۔ اور اگر تحقیقی دلائل سے وہ عاجز آ گیا تھا تو لازمی طور پر صرف فقہ حنفی کا مفتی بہ قول پیش کر سکتا تھا، لیکن اس کو نہ تحقیق سے مس اور نہ الزام سے واقفیت۔

تقلید:

آل پیرداد اگرچہ خود سر سے پاؤں تک شوافع کی تقلید میں غرق ہے، مگر مجتہدین کی مسائل اجتہادیہ میں تقلید سے ایسے چڑتا ہے جیسے "سکھ" کلمہ شریف سے چڑتے ہیں۔ وکیل اہل حدیث ہند مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں: "ہمارے بھائیوں میں اب ترک تقلید اور عمل بالحدیث میں غلو ہو گیا ہے اور افراط شدید نے ان پر غلبہ و تسلط پایا۔ وہ تقلید کا نام سن کر اس سے ایسے چونک پڑتے ہیں جیسے آگ کا خوف زدہ کر مک شب تاب کو دیکھ کر ڈر جاتا ہے۔ اور ترک تقلید کے نشہ میں ایسے سرشار ہیں کہ محل ضرورت تقلید میں بھی کسی کی تقلید کو جائز نہیں سمجھتے اور اپنے فکر نارسا اور اجتہاد ناردا سے کام لیتے ہیں۔ تقلید کو بلا استثناء صلوٰتیں سناتے ہیں اور مقلدین کو بر ملا برائی سے یاد کرتے ہیں" (اشاعۃ السنۃ ص ۳۱۰ ج ۱۱) یہی حال آل پیرداد کا ہے۔ لکھتا ہے اوکاڑوی صاحب کے مدوح یعنی صاحب فرماتے ہیں:

فالمقلد ذہل والمقلد جہل و آفة کل شیء من التقليد اور ترجمہ لکھتا ہے: "پس مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے اور ہر چیز کی آفت تقلید کی وجہ سے ہے۔" اس پر رقص جمل کر رہا ہے گویا اسے تقلید مجتہد کے خلاف کوئی صریح آیت قرآنی مل گئی ہے یا صحیح صریح غیر معارض حدیث مل گئی ہے۔ حالانکہ یہاں اس تقلید کا ذکر تک نہیں جو زیر بحث ہے۔ یہاں یہ بحث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "وہ نیند سے بیدار ہو تو فوراً پانی میں ہاتھ نہ ڈالے۔ نہ جانے ہاتھ نے کہاں کہاں رات گزاری" اس حدیث کو محدث ابن ترکمانی نے مسلم شریف کے حوالہ سے لکھا۔ حالانکہ یہ حدیث اس راوی سے مسلم میں نہیں ہے۔ علامہ عینی اس حدیث کے مختلف طریق بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ محدث ابن ترکمانی نے بھول کر مسلم شریف کا حوالہ دے دیا تھا۔ بعد میں بعض آنے والوں نے اس حوالہ کی تحقیق نہیں کی اور ابن ترکمانی کی تقلید میں یہی حوالہ دیتے آرہے ہیں: فالمقلد ذہل یعنی جس کی تقلید کی گئی وہ بھول گیا (ابن ترکمانی) والمقلد جہل اور تقلید کرنے والا ناواقف رہا۔ اور اس قسم کی ہر چیز کی آفت تقلید سے ہے۔ اس سے تو علامہ عینی نے بتایا کہ کسی محدث کا حوالہ نقل کرنا اس کی تقلید کرنا ہے۔ تو آل پیرداد نے جتنے حوالے اپنے حوالے خط میں نقل کئے ہیں یہ ان سب کا مقلد بنا۔ اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ محدث کی بھول اور غلطی میں اس کی تقلید کرنا جہالت ہے اور وہ آفت غلطیوں میں تقلید کرنے سے آتی ہے اس عبارت کو مسائل اجتہادیہ میں عامی کے مجتہد کی تقلید کرنے پر چسپاں کرنا یحرفون الکلم عن مواضعہ

کے مطابق عبارت کا غلط استعمال ہے۔ یہ دھوکا پہلے یوسف جے پوری نے حقیقۃ الفقہ نامی کتاب میں بھی دیا تھا، اسی کی اندھی تقلید میں آل پیرداد کو ایسی ذلت اٹھانی پڑی۔

تقلید شخصی:

اس بات پر تو اہل سنت کا اجماع ہے کہ مجتہد پر مسائل اجتہاد یہ میں اجتہاد واجب ہے اور غیر مجتہد پر مسائل اجتہاد یہ میں مجتہد کی تقلید واجب ہے۔ اب دوسرا سوال یہ ہے کہ جس ملک میں ایک ہی مجتہد کا مذہب متواتر ہو، وہاں تو مقلد پر تقلید شخصی ہی واجب ہے، کیونکہ اس کے بغیر کتاب و سنت پر عمل کا کوئی راستہ ہی نہیں۔ جیسے ایک ملک میں صرف ایک ہی قرأت تلاوہ متواتر ہے اور اس کے علاوہ تلاوت کا کوئی دوسرا طریقہ ہے ہی نہیں۔ تو اسی قرأت پر تلاوت قرآن واجب ہے۔ ہاں اگر کسی علاقہ میں چاروں مذاہب ہوں۔ ہر مذہب کے مفتی ہوں، مدارس ہوں۔ تو ایسے ملک میں تقلید مطلق واجب بالذات ہے اور تقلید شخصی واجب بالغیر ہے۔ اگر کسی نے کسی کتاب میں تقلید شخصی کے وجوب کا انکار کیا ہے تو وہاں واجب بالذات مراد ہے اور کسی نے اگر تقلید شخصی کو واجب کہا ہے تو یہاں واجب بالغیر مراد ہے۔ ابن تیمیہؒ کا بھی یہی مطلب ہے کہ کوئی مسلمان تقلید شخصی کو واجب بالذات نہیں کہتا۔ ورنہ امام ابن تیمیہؒ تو یہ کہتے ہیں کہ رسول کی تابعداری بھی تقلید ہے اور اجماع کی تابعداری بھی تقلید ہے۔ بس راوی سے حدیث روایت کرنا بھی تقلید ہے (فتاویٰ ابن تیمیہ: ص ۱۷، ج ۲۲) اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ نہ تو سب پر تقلید واجب ہے اور نہ سب پر اجتہاد واجب ہے۔ بلکہ جو اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے اس پر اجتہاد واجب ہے اور جو اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتا اس پر تقلید واجب ہے۔ اور اگر نہ اجتہاد کی اہلیت ہے اور نہ تقلید کرتا ہے تو وہ متبع ہوئی اور نفس پرست ہے۔ وعاملاً بغیر اجتہاد و تقلید فاعلاً للمحرم بغیر عذر شرعی فہذا منکر (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۲۲۰، ج ۲۲) بلکہ آگے فرماتے ہیں: ہذا مذموم بخروجہ خارج عن العدالة (ص ۲۲۱، ج ۲۲) کہ غیر مقلد ساقط العدالة ہے۔ جس کی نہ شہادت قبول نہ روایت۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کا یہ خط پڑھ کر کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ خط لکھنے والا نام نہاد اہل حدیث ہے، کیونکہ اس میں قرآن و حدیث کی تو کوئی بات ہی نہیں۔ خیر القرون کے بعد کے مقلد محدثین کی آراء ہیں، ان میں بھی خیانت، تلبیس اور تحریف سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے وساوس سے اہل سنت کو محفوظ فرمائیں۔ (آمین۔ ثم آمین)

رسالہ امین اوکاڑوی کا تعاقب ایک نظر میں

حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ

کچھ عرصہ ہوا جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے استاذ مولانا محمد ماجد صاحب نے ایک رسالہ دیا جس کا نام تھا "امین اوکاڑوی کا تعاقب" اس کو ایک نظر دیکھا تو پتہ چلا کہ حافظ زبیر علی نے "تراویح آٹھ رکعت سنت ہیں" کے موضوع پر نور المصانیح نامی ایک رسالہ لکھا جس کا جواب برادر مکرم مناظر اسلام حضرت اقدس مولانا محمد امین صاحب صفدر نور اللہ مرقدہ، نے "الخیر" میں دیا۔ اس کے جواب الجواب میں آلِ پیرداد علی زئی نے امین اوکاڑوی کا تعاقب کے نام سے شائع کیا۔ اس کا جواب برادر مکرم نے بقول آلِ پیرداد جون، جولائی اور اگست ۲۰۰۰ء کے "الخیر" میں شائع ہوا مگر آلِ پیرداد نے یہ شرط لگائی تھی کہ اگر وہ (حضرت اوکاڑوی) انہیں متن میں رکھ کر مکمل جواب نہیں دیں گے تو ان کے جواب کو باطل اور کالعدم سمجھا جائے گا۔ (تعاقب، صفحہ ۷۱)

تو اگرچہ برادر مکرم نے ان چالیس صفحات کے رسالے کا مفصل جواب تین ماہ کے "الخیر" میں شائع کیا جو تجلیات صفدر کے سینتالیس صفحات میں شائع ہو چکا ہے مگر چونکہ آلِ پیرداد کی خود ساختہ شرط کی بناء پر اس کے جواب کو متن میں رکھ کر جواب نہیں لکھا گیا اس لئے وہ جواب "باطل و کالعدم" ہے۔ (تعاقب، صفحہ ۱۳، ۱۵)

غیر مقلدین کا طریق کار عجیب ہے کہ اپنے فریق مخالف کے لئے کبھی خاص کتاب کی اور کبھی خاص الفاظ کی شرط لگاتے ہیں کہ فلاں کتاب میں ان الفاظ کے ساتھ اگر حدیث ہوگی تو ہم مانیں گی ورنہ نہیں مانیں گے۔ یعنی اللہ کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ماننی بلکہ اپنے الفاظ یا اپنی شرط پر ایمان لانا ہے۔ اسی طرح آلِ پیرداد نے جواب میں اس کا متن نہ ہونے کی وجہ سے اس کو جواب ہی نہیں مانا۔ غیر مقلدین عوام کو یہی کہتے ہیں کہ ۔

الہدایت کے دو اصول اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول

مگر یہ بات کہ کسی گمراہ کن لٹریچر کے رد میں اس لٹریچر کو متن بنانا ضروری ہے ورنہ جواب نہیں ہوگا، یہ نہ قانونِ خدائی ہے نہ حکمِ مصطفائی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اور احادیث مبارکہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے باطل

گروہوں کی تردید کی ہے، ان میں اہل کتاب کی کتب سماویہ میں تحریف کا بھی ذکر ہے لیکن ان کتب سماویہ کو متن بنا کر کہیں تردید نہیں کی گئی تو کیا یہ رد کامل ہے یا نہیں؟ آلِ پیرداد نے یہ رسالہ کب لکھا؟ میرے پاس مئی ۲۰۰۵ء کی اشاعت ہے۔ اس میں تعاقب کا آخری عنوان اوکاڑوی صاحب جواب دیں، کے تحت کچھ سوالات ہیں اور آخر میں تاریخ ۲۰۰۰ء-۱۰-۱۱ لکھی ہوئی ہے۔ (دیکھئے تعاقب، صفحہ ۷۱) جبکہ آلِ پیرداد خود لکھتا ہے کہ اس کا جواب جون ۲۰۰۰ء میں "الخیر" میں شروع ہو گیا تھا۔ (تعاقب، صفحہ ۱۳)

اب غیر مقلد جن کو امام ابوحنیفہؒ سے خدا واسطے کا میرے کچھ تو سوچیں کہ جو رسالہ گیارہ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو لکھا گیا اس کا خلاصہ نکال کر جون ۲۰۰۰ء کے "الخیر" میں اس کا جواب کیسے شائع ہونا شروع ہو گیا۔

لطیفہ

ایک ساتھی کے سامنے جب میں نے یہ اشکال رکھا تو اس نے کہا کہ رسالے کے آخر میں آلِ پیرداد نے تنبیہ کے عنوان کے تحت لکھا ہے: "اوکاڑوی صاحب تو اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے ہیں لہذا اب اس کتاب (اوکاڑوی کا تعاقب) کا جواب تمام شاگردانِ اوکاڑوی اور آلِ دیوبند پر قرض ہے۔ ہل من مجیب وما علينا الا البلاغ ۲۰۰۰ء-۱۰-۱۱ (تعاقب، صفحہ ۷۱)

تو یہ تاریخ پورے رسالے کی نہیں، اس تنبیہ کی ہوگی۔ میں نے کہا کہ پھر ایک دوسری بہت بڑی الجھن غیر مقلدین کو پیش آگئی کہ آلِ پیرداد علم غیب کا بھی مدعی ہے کہ برادرِ مکرم حضرت اوکاڑویؒ کا وصال ۳۱/ اکتوبر کو ہوا اور علی زئی ۱۱/ اکتوبر کو کہہ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔ غیر مقلدین اگر کسی ولی کی علمی کرامت کسی کتاب میں دیکھ لیں تو اس کو فوراً شرک فی صفۃ العلم قرار دیتے ہیں اور سعودی حضرت کو بھی متاثر کرتے ہیں کہ یہ مقلد علم غیب کے مدعی ہیں مگر ابھی تک آلِ پیرداد کے خلاف اس کے مشرک ہونے کا کوئی پمفلٹ غیر مقلدین کی طرف سے نہیں چھپا۔ اُمید ہے کہ مدعیانِ توحید غیر مقلدین کی رگِ توحید بندہ کی اس تنبیہ کے بعد جلد پھڑکے گی اور صرف خود نہیں بلکہ سعودیہ کی نمک حلائی کے لئے ان کو بھی اس مشرک کے شرک سے متنبہ کیا جائے۔ بہر حال یہ رسالہ حقیقت میں جنوری ۲۰۰۰ء سے پہلے کا شائع ہو چکا ہے اسی وجہ سے جنوری ۲۰۰۰ء کے "الخیر" میں اس کا جواب شروع ہوا اور آلِ پیرداد کا یہ اصول بھی اسی وقت شائع ہوا تھا مگر آج تک کسی اہل کتاب یہودی اور عیسائی نے بھی اس اصول کو قبول کر کے قرآن کے ردِ تحریف کے مسئلے کو باطل قرار نہیں دیا۔

معلوم ہوا کہ آلِ پیرداد کے اس خانہ زاد اصول کو کرنے کے لئے یہودی اور عیسائی بھی تیار نہیں مگر افسوس ہے غیر مقلدین پر جو اس کو قولِ خدا یا قولِ رسول سمجھ کر لوگوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔ اسی طرح غیر مقلدین سوچیں کہ ارشاد الحق اثری نے جتنی کتابیں مقلدین کے رد میں اصل کتابوں کو متن بنائے بغیر لکھی ہیں اس اصول کے تحت وہ تمام ردِ باطل ہیں یا نہیں؟ آلِ پیرداد بتائے کہ بخاری کی کتاب کی کتاب الرد علی الجہمیہ وغیرہ ہم (بخاری صفحہ ۱۰۹۶) میں بخاری کا رد بغیر ان کے متن کے صحیح ہے یا باطل ہے؟ اگر آپ کا یہ اصول منکرینِ حدیث کے ہاتھ لگ گیا تو وہ بخاری کے خلاف کیا کیا کارروائی نہیں کریں گے۔ خدا را سوچو اور اوکاڑوی یا حنفی بغض آپ کو کہاں تک پہنچا رہا ہے۔

حقیقت حال

قارئین کرام! تجلیاتِ صفدر شائع کردہ جمعیتۃ اشاعت العلوم الحنفیہ فیصل آباد جلد ۴، صفحہ ۴۴۱ پر نماز تراویح کا تحقیقی جائزہ اور جلد ۵، صفحہ ۴۱ پر مسئلہ تراویح پر ایک خط کا جواب ملاحظہ فرمائیں تو اس رسالہ (امین اوکاڑوی کا تعاقب) کے تمام وسوسوں کا علاج ہو جائے گا، مگر کچھ لوگوں نے صورتِ حال کی وضاحت کے لئے چند سطور لکھنے کی ذمہ داری بندہ پڑالی اس لئے قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ علی زئی نے مسعود احمد خان اور قاری چن محمد غلام خانی کی تحریک پر رکعات تراویح پر ایک رسالہ لکھا، بقول حافظ ندیم ظہیر کے اس کا نام نور المصائب رکھا۔ (تعاقب، صفحہ ۴) اور یہ رسالہ اوکاڑوی کے تعاقب کے آخر میں نور المصائب فی مسئلہ التراویح کے نام سے لگا دیا گیا ہے۔ اس کے اس وقت کل گیارہ صفحے ہیں، اس میں پہلے ہی صفحہ پر علی زئی نے دعویٰ کیا ہے کہ تہجد، تراویح، قیام اللیل، قیام رمضان، و تراویح ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔ (نور المصائب مندرجہ اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۷۱)

اس دعویٰ سے اس نے صرف اپنے رسالے پر نہیں پوری غیر مقلدیت پر پانی پھیر دیا ہے کیونکہ غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح کے قائل ہیں۔ اس رسالے کے دیباچے میں بھی حافظ ندیم ظہیر نے لکھا ہے کہ اس رسالے کا موضوع ہے تراویح آٹھ رکعت سنت ہیں۔ (تعاقب، صفحہ ۴) اور خود علی زئی لکھتا ہے کہ راقم الحروف نے تعداد رکعات قیام رمضان کے سلسلے میں چند مضامین لکھے تھے۔ (تعاقب، صفحہ ۱۳) تو جب تراویح اور وتر ایک ہی نماز ہو گئیں اور وتر کی تعداد ان کے ہاں متعین نہیں جیسا کہ صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احوال و اوقات میں و تراویح بھی پڑھا ہے اور تین بھی اور سات بی اور نو بھی پڑھے ہیں۔ (صلوٰۃ الرسول مع تسہیل الوصول، صفحہ ۲۸۹)

نیز ابوداؤد سنائی اور ابن ماجہ کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو کوی و تراویح پڑھنا چاہے پس چاہئے کہ پڑھے (ایک رکعت) (صلوٰۃ الرسول مع التسہیل، صفحہ ۲۹۱) نیز فرماتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ و تراویح بھی ہیں اور تین بھی اور ایک بھی۔ (صلوٰۃ الرسول، صفحہ ۲۹۲) مولوی غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری بھی اس کے ہاشیے میں فرماتے ہیں کہ و تراویح، تین، پانچ اور سات پڑھنا جائز ہے۔ (صلوٰۃ الرسول، صفحہ ۲۹۱، حاشیہ نمبر ۱) اور جناب علی زئی صاحب خود فرماتے ہیں ایک رکعت والی صحیح روایات آثار السنن وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔ جناب خلیل احمد سہارنپوری (دیوبندی) صاحب لکھتے ہیں کہ وتری کی ایک رکعت صحاح میں موجود ہے اور عبد اللہ بن عمرؓ اور ابن عباسؓ وغیرہما صحابہؓ اس کے مقرر اور شافعی احمد کا وہ مذہب بھی اس پر طعن کرنا مولف (یعنی عبد السمیع بریلوی) کا ان سب پر طعن ہے کہ وہ اب ایمان کا کیا ٹھکانہ الخ (تسہیل الوصول، صفحہ ۲۹۲) تو جب علی زئی کے نزدیک بھی دوسرے غیر مقلدوں کی طرح و تراویح ایک ہے اور و تراویح ایک ہی نماز ہے تو پھر آٹھ یا گیارہ رکعت پر زور لگانے کی کیا ضرورت، ایک رکعت پڑھ کر تہجد، تراویح اور و تمام نمازوں سے فارغ ہو گئے، پھر علی زئی صاحب تہجد اور تراویح کے ایک ہونے پر تو بعض امتیوں کے متروک اقوال اور بعض محدثین کی تبویب سے استدلال کیا جس کا جواب الخیر میں دیا گیا جو اوکاڑوی کا تعاقب میں صفحہ ۴۳ پر الخیر کے نوٹسٹ پر ایک دعویٰ کے عنوان سے شروع ہو رہا ہے کہ اس دعویٰ (تہجد، تراویح، قیام اللیل، قیام رمضان، و تراویح ہی نماز کے مختلف نام ہیں) پر ہی نہ کوئی قرآن پاک کی آیت دلیل میں پیش کی ہے اور نہ ہی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جو دیواروں پر لکھتے ہیں اہل حدیث کے دواصول فرمانِ خدا فرمانِ رسول یہ محض جھوٹ ہے، سراسر دھوکا ہے۔ یہ حضرات دورخی پالیسی کے ماہر ہیں۔ (الخیر،

صفحہ ۳۲، ۳۳ بحوالہ اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۴۳، ۴۵)

اس پر علی زئی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس دعویٰ کی دس دلیلیں ذکر کی ہیں۔ (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۴۴) پھر پہلی دلیل کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ اس دعویٰ کی آخری دلیل نمبر ۱۰ بھی حدیث ہی ہے۔ (تعاقب، صفحہ ۴۵)

قارئین کرام آپ سمجھ گے ہوں گے کہ علی زئی کے دعویٰ کے مطابق پہلی اور آخری دلیل تو حدیث ہے اور درمیان والی دلیلیں حدیث نہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ وہ کیا چیز ہے؟ اس سے پہلے یہ بات بھی سمجھ لیں کہ علی زئی نے تمام غیر مقلدین زمانہ کے خلاف اجماع اور قیاس کو بھی حجت مان لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں الحمد للہ ہم قرآن و حدیث کو حجت سمجھتے ہیں اور قرآن و حدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے، ہم اس کے بھی قائل ہیں۔ قرآن و حدیث اور اجماع سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے، ہم بھی اس کے جواز کے قائل ہیں۔ (تعاقب، صفحہ ۴۶) اب درمیان والی آٹھ دلیلیں شاید حدیث کے علاوہ آیات قرآنیہ یا اجماع امت یا قیاس مجتہد ہو۔ آپ اگر غور کریں گے تو چند امتیوں کے اقوال متروک اور محدثین کی ترتیب احادیث سے استدلال ہے جو علی زئی کے قول کے مطابق بھی دلیل نہیں۔ پھر برادرِ مکرم مطالبہ کیا تھا کہ آٹھ تراویح پر ایسی روایت پیش کریں جس میں یہ ہو کہ آٹھ تراویح پر صحابہ کرامؓ یا تابعین عظام کے زمانہ میں استقرار ہوا ہو۔ نمبر ۱ اور نمبر ۱۰ دونوں دلیلیں اس کے جواب سے خالی ہیں جبکہ بیس تراویح پر صحابہ کرامؓ کے زمانے سے استقرار ثابت کیا گیا تھا اور مثال سے سمجھایا گیا تھا کہ جس طرح بیت

المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی روایات بھی ہیں اور بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کی روایات بھی ہیں لیکن استقرار اور بقاء بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کی روایات کو ہے تو ان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی روایات کو کوئی یہودی پیش کر کے شور مچائے کہ مسلمان اپنے نبی کے عمل کو چھوڑ رہے ہیں تو یہ غلط بات اور دھوکا ہوگا۔ اسی طرح بیس رکعت تراویح پر استقرار کے بعد دوسری روایات پیش کرنا دھوکا ہے۔ پھر تہجد اور وتر تراویح کے ایک ہونے کی دسویں دلیل جو حدیث جابر ابن خزیمہ اور ابن حبان کے حوالہ سے ذکر کی ہے اس میں کہیں تہجد کا لفظ اور اسی طرح تراویح کا لفظ تک نہیں چہ جائیکہ وہاں تہجد اور وتر تراویح کے ایک ہونے کا ذکر ہو۔

ملاحظہ فرمائیں دلیل نمبر ۱۰

دلیل نمبر ۱۰ کے تحت لکھتے ہیں سیدنا جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ کی روایت صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات والوتر (اللم) بھی اس کی مؤید ہے لہذا اس حدیث کا تعلق تراویح کے ساتھ یقیناً ہے۔ (تعاقب، صفحہ ۷۵، ۷۶) اس کے بعد جس تفصیل کا وعدہ کیا تھا اس میں صرف اس حدیث کا ترجمہ کیا ہے کہ: "سیدنا جابر الانصاریؓ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں نماز پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے۔" (اللم) (تعاقب، صفحہ ۷۶)

اس کے بعد اس نے سند کی بحث چھیڑی ہے اور تہجد اور وتر تراویح کے ایک ہونے کی تفصیل اسی طرح مفقود ہے جیسے گدھے کے سر پر سینگ مفقود ہیں۔ غیر مقلدین کو ایسی بے موقع روایات پیش کرنے پر بڑا ناز ہے۔

لطیفہ

کسی شیعہ کا اہل سنت سے اس بات پر مناظرہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں کتنی ہیں؟

شیعہ کا دعویٰ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک بیٹی حضرت فاطمہؓ ہے اور کوئی بیٹی نہیں اور سنیوں کا دعویٰ تھا کہ چار بیٹیاں ہیں۔ سنی مناظر نے یہ آیت پیش کی سورہ احزاب میں ہے کہ اے نبی کہہ دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو (الفتح) اس میں بیٹیوں لفظ واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی بیٹیاں ایک سے زائد ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بنت (مفرد) کی بجائے بنات (جمع کا صیغہ) استعمال کیا ہے۔ یہ قرآنی دلیل بالکل واضح تھی مگر شیعہ کے مناظر نے تمام وہ آیتیں جن کے اندر واحد یا احد کا لفظ تھارٹی ہوئی تھیں۔

مثلاً قل هو الله احد ترجمہ:..... "خدا ہک (ایک) خدا دار رسول ہک (ایک) رسول دی دھی ہک (یعنی رسول کی بیٹی ایک)۔" اب کچھ جاہل یہ کہہ رہے تھے کہ سنی مناظر نے صرف ایک آیت پڑھی ہے اور شیعہ نے بہت سی آیات پیش کی ہیں۔ بالکل اسی طرح غیر مقلد علی زئی کے دلائل پر خوش ہو رہے ہیں۔

لطیفہ

قارئین کرام! ذرا علی زئی کی دسویں دلیل کو دوبارہ دیکھ لیں کہ آٹھ رکعت اور وتر پڑھے (الفتح) اس کے دعویٰ کا ایک جز یہ بھی تھا کہ تراویح اور وتر ایک ہی نماز ہے۔ ایک دلیل سے تو ثابت ہو گیا کہ آٹھ رکعت علیحدہ ہے اور وتر علیحدہ ہیں بلکہ اکثر روایات میں وٹروں کے علیحدہ ہونے کا ذکر حرف واؤ کے واسطے سے ہے جو ان نمازوں کے تغایر پر دلالت کرتا ہے۔ "الخير" میں علی بن ربیعہ کی روایت ابن ابی شیبہ کے حوالے سے ذکر کی تھی کہ وہ پانچ تروٹکے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ (تعاقب، صفحہ ۴۱) نیز ابوالخیر ی بھی رمضان میں پانچ تروٹکے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ ("الخير" بحوالہ تعاقب، صفحہ ۴۲) تہجد اور تراویح ایک ہونے کی جو پانچویں دلیل ذکر کی ہے وہ یہ ہے:

دلیل نمبر ۵

سائل کا سوال صرف قیام رمضان سے تھا جس کو تراویح کہتے ہیں، تہجد کی نماز کے بارہ میں سائل نے سوال ہی نہیں کیا تھا بلکہ امام المؤمنین عا نشہ صدیقہؓ نے جواب میں سوال سے زائد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام رمضان اور غیر رمضان کی تشریح فرمادی۔ (تعاقب، صفحہ ۷۷)

قارئین کرام! علی زئی کہتا ہے کہ مجھے دیوبندی حضرات الاستاد کہتے ہیں آپ ملاحظہ فرمائیں اس دلیل میں اس نے کیا استادی کی ہے۔ دعویٰ تھا کہ تہجد اور تراویح ایک نماز ہے اور دلیل میں کہتا ہے سوال تراویح کا تھا تہجد کا نہیں تھا تو کیا تہجد اور تراویح ایک نماز رہی؟

لطیفہ

نور المصباح میں یہ کپڑا فروش حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فیما بین ان یفرغ من صلوٰۃ العشاء وہی التی یدعوہ الناس العتمۃ الی الفجر احدی عشرة رکعۃ کا ترجمہ کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور اسی نماز کو لوگ عتمہ بھی کہتے تھے۔ (تعاقب، صفحہ ۷۳)

غور کریں کہ حدیث شریف میں عشاء کو عتمہ کہا گیا ہے۔ اس نے تہجد کو عتمہ بنا دیا تو جناب کپڑا بیچنا کوئی عیب نہیں مگر کپڑا فروش جاہل کا دین میں ٹانگ اڑانا یقیناً عیب ہے۔ فقہاء جو دین کی پوری سمجھ رکھنے والے ہیں ان کو چھوڑ کر کپڑا فروش پر اعتماد کرنا حدیث بخاری (کہ جب دینی معاملات نا اہلوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کر۔ صفحہ ۱۴) کے مطابق قیامت ڈھانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دیں۔

نوٹ

علی زئی نے صفحہ ۱۴ و صفحہ ۱۵ پر گیارہ باتیں ذکر کی ہیں کہ "الآخر" میں ان کا جواب نہیں ہوا۔ (۱) ابن ابی لیلیٰ کی جرح، (۲) سیلانی بزرگ، (۳) کشف، (۴) حضرت شیخ الحدیث کے الفاظ کہ محدثین کا ظلم سنو، (۵) اوکاڑوی کا داماد، (۶) سندھی بلوچ جو اہل حدیث ہوئے، (۷) تقلید اور روافض، (۸) داڑھی منڈا مولوی، (۹) نور العینین، (۱۰) علی محمد حقانی کی عبارت میں تعارض، (۱۱) مفتی ولی درویش صاحب کی عبارت کا تعارض اور ان کی وجہ سے اوکاڑوی جواب کو باطل کہا ہے۔

قارئین کرام! مسئلہ تراویح کا چل رہا تھا یہ گیارہ باتیں علی زئی نے مسئلہ سے غیر متعلقہ کی تھیں جو خلط موضوع کی بناء پر اس کی اپنی ہارتھی کہ موضوع کو چھوڑ کر گالیاں وغیرہ دینی شروع کیں اس لئے ان کے جواب کو اگر نظر انداز کیا بھی ہے تو یہ مناظرانہ اصول کے مطابق ہے کہ ماہر مناظر غیر موضوع میں نہیں الجھتا۔ معلوم ہوا کہ اصل مسئلہ کا جواب ان کے نزدیک بھی ہو گیا ہے اس کو باطل کہنا غلط ہے۔ برادرِ مکرم نے بارہا اپنے مضمون میں مطالبہ کیا کہ ہم ہیں کے ساتھ تراویح کا لفظ دکھاتے ہیں اور ہیں پر استقرا ثابت کرتے ہیں، علی زئی آٹھ کے ساتھ تراویح کا لفظ اور اس پر استقرا ثابت کرے مگر اس نے پورے رسالہ میں ان میں سے ایک بات بھی پوری نہیں کی۔ خدا نے چاہا تو ان شاء اللہ اس کی گیارہوائیں (یعنی گیارہ باتوں) کا جواب بھی دے دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

پہلی بات

علی زئی نے اوکاڑوی حیاتی کے تناقضات کے تحت نمبر ۳ میں لکھا تھا کہ: "اوکاڑوی صاحب نے اپنی مرضی کے خلاف ایک حدیث کی سند کے راوی محمد بن ابی لیلیٰ کو ضعیف لکھا ہے"۔ (صلوٰۃ الرسول پر ایک نظر، صفحہ ۱۲ مجموعہ رسائل جلد ۲، صفحہ ۱۶۴، نمبر ۳۹) اس کے برخلاف (دوسرے مقام پر) اپنی مرضی کی (ایک) حدیث پیش کی ہے جس میں یہی ابن ابی لیلیٰ ہے۔ (تحقیق مسئلہ رفع یدین، صفحہ ۶-۷، مجموعہ رسائل، جلد ۱، صفحہ ۱۸۲-۱۸۳، امین اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۲۱)..... اس اعتراض کو علی زئی نے متعدد جگہ دہرایا ہے مگر اس اعتراض کو بار بار ذکر کر کے عوم پر اپنی جہالت کو آشکار کیا ہے کیونکہ تناقص یہ ہے کہ ایک راوی کو بالذات ضعیف بھی کہے اور پھر بالذات قوی بھی کہے یہاں تو راوی کو ضعیف کہا ہے اور روایت کو استدلال میں پیش کیا ہے۔ ضعیف راوی کی روایت تعدد طرق سے حسن ہو جاتی اور بعض اوقات شاہد کے طور پر اس کو ذکر کر دیا جاتا ہے اور بعض اوقات ضعیف روایت تلقی اُمت بالقبول کی وجہ سے صحیح بن جاتی ہے۔ اس وجہ سے امام نووی فرماتے ہیں کہ: "جب تو کسی حدیث کو سند ضعیف کے ساتھ دیکھتے تو تجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ اس سند کے ساتھ ضعیف ہے، اس سند کے ضعف کی وجہ سے اس حدیث کے متن کو ضعیف نہ کہو مگر یہ کہ حدیث کا کوئی امام یہ کہہ دے کہ اس کی کوئی صحیح سند نہیں یا کہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کے ضعف کی وجہ تفصیل بیان کرے۔" (التقریب مع التدریب، صفحہ ۱۶۱، جلد ۱)

اسی طرح علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ جب لوگ کسی حدیث کو قبول کر لیں تو اس حدیث کے صحیح ہونے کا حکم لگایا جائے گا اگرچہ اس کی سند صحیح نہ ہو۔ (تدریب الراوی، صفحہ ۲۵، جلد ۱) ابن قیم فرماتے ہیں کہ جن احادیث کو محدثین کی جماعت محدثین سے قبول کر لے تو ان کی صحت کے بارہ میں سند کے سوال سے وہ بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ (اعلام الموقعین، صفحہ ۲۰۳، جلد ۱)

امام ترمذی حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث (کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ جاتے تو ہم اپنے چہروں کو ان کی طرف متوجہ کر لیتے) نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس کا راوی محمد بن الفضل بن عطیہ ضعیف ہے، پھر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وغیرہ کا عمل اس حدیث پر ہے کہ خطبہ کے وقت امام کی طرف توجہ کو وہ مستحب سمجھتے ہیں۔ (ترمذی، صفحہ ۱۱۲، جلد ۱)

نیز اسی صفحہ پر رشید بن سعد کا ضعف بھی نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ والعمل علیہ عند اهل العلم یعنی اہل علم کے نزدیک عمل اس حدیث پر ہے تو یہ بات واضح ہو گئی کہ راوی کا ضعف اور شئی ہے اور روایت کا ضعف اور شئی۔

اصل مسئلہ

یہ ہے کہ صلوٰۃ الرسول پر ایک نظر میں مسئلہ آئین پر تقریباً سولہ مواخذے کئے گئے، ان میں سے ایک مواخذہ یہ بھی تھا کہ صلوٰۃ الرسول کا مفہوم عوام یہی سمجھتے ہیں کہ اس کتاب میں ذکر کردہ مسائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منتخب کردہ ہیں تو غیر مقلد بتائیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تھا کہ صفحہ ۱۹۶ پر حضرت علیؓ کی روایت جس کی سند میں محمد بن ابی یعلیٰ (صحیح ابی لیلیٰ) اور جحیہ بن عدی ضعیف ہیں وہ نقل کر لینا مگر طحاوی سے یہ روایت حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آئین اہستہ کہا کرتے تھے نقل نہ کرنا۔ (مجموعہ رسائل، جلد ۲، صفحہ ۱۲۸) یہاں مسئلہ آئین بالجہر کا تھا جو اس علاقے کا منکر مسئلہ ہے۔ انگریز کے دور سے پہلے تقریباً ہزار سال مسلمانوں کی حکومت رہی، کسی نے بلند آواز سے آئین نہیں کہی تھی، انگریز کے زمانہ میں مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے متروک اور ضعیف راویوں کی روایتوں کو عوام میں پھیلا نا شروع کیا جس کے نتیجے میں لڑائیاں ہوئیں اور عدالتوں تک مقدمات گئے۔ مولانا ابوبکیؓ امام خان نوشہروی غیر مقلد فرماتے ہیں:..... "شاہ ولی اللہ صاحب کے اور ان کے بعد قریبی زمانے میں بھی ممدوح کے مؤلفات پڑھے پڑھائے جاتے کہ مقلدین نے حسبِ عادت ان اقوال کی توجیہ میں اپنی پوری قوت استدلال صرف کر دی اور کسی عالم یا عامی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ۔"

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داستان

پس حدیث مصطفیٰ برجان مسلم داستان

پر بھی متوجہ ہو سکے ماسواء شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی کے جنہوں نے پہلی دفعہ جامع مسجد دہلی میں آئین بالجہر کہہ کر تقلید کی بکارت زائل کر دی۔ (نقوش ابوالوفاء، صفحہ ۳۲-۳۵)

فائدہ

قارئین! اس آئین بالجہر کہنے والے کا تعارف بھی بقول مولوی ثناء اللہ صاحب غیر مقلد سن لیں مولانا فرماتے ہیں، آج کل اس (تقویۃ الایمان کی) بحث کو اٹھانے والے حضرت فاخر صاحب الہ آبادی ہیں جن کا ذکر خیر المجلد ۵ مورخہ ۱۵ ستمبر میں ہو چکا ہے۔ ان ہی صاحب نے

اخبار شوکت بمبئی مورخہ ۳۱/ اگست میں مولانا شہیدؒ اور مولانا کے ہم صحبت حضرت مولانا عبدالحی مرحوم کو دو کتے کہہ کر دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں جس کے جواب میں بجز اس عربی شعر کے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

واذا انتک مذمتی من ناقص

فہی الشہادۃ لی بانی کامل

(فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۱۰۲، جلد ۱)

پھر فرماتے ہیں، مولانا فاخر میرے ذاتی دوست ہیں اس لئے میں آپ سے ذاتی محبت رکھتا ہوں مگر ان کی علمی واقفیت محدودہ کی وجہ سے ان کی نسبت اگر یہ رائے ظاہر کروں کہ شریعات اور عقائد میں ان کی رائے بصورت فتویٰ پیش ہونے کے لائق نہیں تو کچھ بے جا نہیں، ہاں میں نے سنا ہے کہ وہ شاعر ہیں تو الی میں اچھا دسترس رکھتے ہیں، بہت سی مکشوفات ان کی شاگرد ہیں، گزشتہ تحریک خلافت میں جہاں اور بہت سے لوگ مولانا بنے تھے آپ بھی اسی زمانہ کے سند یافتہ ہیں جن سب کی نسبت یہ کہا گیا تھا۔

نہ مذہب سے ہوئے واقف، نہ دین حق کو پہچانا
پہن کر جبہ و شملہ لگے کھلانے مولینا

باوجود اس کے کہ مجھے جو ذاتی طور پر ان سے مراسم دوستانہ ہیں۔ یہاں لگ بات ہے کہ مذہبی عقائد اور مسائل میں، میں ان کی رائے کسی عملی اصول پر مبنی نہیں جانا کرتا۔ (فتویٰ ثنائیہ، صفحہ ۱۰۳، جلد ۱، مورخہ ۵/ ستمبر ۱۹۲۴ء) برادران اہل سنت! یہ وہ شخص ہے جس نے ہندوستان میں سب سے پہلے آمین بالجبر کہی اسی طرح ۲۲/ اگست ۱۸۸۴ء کو بنارس شہر کے محلہ مدنیپورہ میں علی عرف علو کی مسجد میں رمضان ولد مدار محمد حسین ولد الدین و عبدالرحمن ولد عبدالکریم نے جمعہ کی نماز میں باوا ز بلند آمین کہی اور وہاں لڑائی ہوئی۔

مقدمہ عدالت میں دائر ہوا اور اکثر رائے سے ۱۸۸۵ء مورخہ ۲۱/ فروری کو ملزمان کو ۲۵/ روپے جرمانہ بصورت دیگر ایک ماہ قید سخت کا فیصلہ ہوا۔ (فتوحات الہدایت، صفحہ ۱۷۱-۱۸)

ان مختصر حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آمین بالجبر اس علاقے کا متروک عمل ہے اور آہستہ آہستہ اس علاقے کا معروف عمل ہے۔ اس معروف عمل کے خلاف ابن ابی لیلی جیسے ضعیف راوی کی روایت ذکر کرنا جبکہ اس کا دادا استاد جیہ بن عدی بھی خطا کار ہوا اور قرآن پاک کی آیت: قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلواتہم خاشعون " وہ مومن یقیناً کامیاب ہو گئے جو نماز میں خشوع اختیار کرتے

ہیں۔ " (مؤمنون: ۱-۲) اور آواز میں خشوع کے بارہ میں فرمایا اللہ الرحمن کے سامنے تمام آوازیں پست ہو جائیں گی سوائے کھسر پھسر کے تجھے کچھ بھی سنائی نہ دے گا۔ (طہ: ۱۰۸) صلاح الدین یوسف اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں، سوائے قدموں کی آہٹ اور کھسر پھسر کے کچھ سنائی نہیں دے گا، اسی طرح یونس آیت ۸۹ سے معلوم ہوا کہ آمین دُعا ہے اور سورہ اعراف آیت ۵۵ میں حکم ہے کہ دعا آہ و زاری اور خفیہ طریقے سے کرو اور حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اپنے رب کو خفیہ پکارا (مریم آیت ۳) اسی طرح قرآن پاک معروف (نیکی) پھیلانے اور منکر کے روکنے کا حکم دیتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ آخر زمانے میں بہت دجل و فریب کرنے والے اور انتہائی جھوٹ بولنے والے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو تمہارے پاس بعض ایسی حدیثیں لائیں گے کہ جنہیں نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے آباؤ اجداد نے لہذا ان سے اپنے آپ کو بچانا کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۰) اس حدیث پاک سے بھی معلوم ہوا کہ جو حدیث معروف ہو اس کو لینا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ

غیر معروف احادیث کو عوام میں پھیلانے والے کذاب دجال ہوں گے اور اس کی وجہ سے فتنہ اور گمراہی پھیلے گی اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کے وقت خلفاء راشدینؓ کی سنت کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے اور خلفائے راشدینؓ میں سے کسی کا طریقہ آمین بالجہر کا نہیں تھا حضرت عمرؓ و حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تو صراحۃً منقول ہے کہ وہ بسم اللہ، اعوذ باللہ اور آمین اونچی نہیں کہتے تھے۔ (طحاوی، صفحہ ۱۵۰، جلد ۱)

تو حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہؒ نے اپنی مرضی سے نہیں بلکہ ان تمام دلائل کے خلاف ابن ابی لیلیٰ اور حجیہ کو ضعیف لکھا ہے اور تحقیق مسئلہ رفع یدین میں معاملہ اس کے برعکس تھا کہ اس علاقے کا متواتر اور معروف عمل ترک رفع یدین ہے۔ ہندوستان میں رفع یدین کا اجراء انگریز کے ملازم محمد یوسف سے ہوا جو عالم نہیں تھا، کہتا ہے کہ ۱۸۶۰ء میں میرے پاس مشکوٰۃ کا ترجمہ مظاہر حق آیا تو اس کو دیکھا میں نے رفع یدین شروع کی میرے استاد مولوی غلام علی نے مجھے مسجد سے نکال دیا۔ میں نے مولوی غلام رسول کی مسجد میں نماز شروع کی وہ مجھ سے ناراض ہوئے۔ میرے سسرال والوں کو پتہ چلا تو انہوں نے مجھے رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ دہلی میں نواب قطب الدین صاحبؒ کی مسجد میں رفع یدین کی تو وہ بھی ناراض ہوئے اور میاں نذیر حسین صاحب نے بھی میرے کہنے پر رفع یدین شروع کی۔ اس کا سلسلہ شاگردی پورے ہندوستان میں پھیلا تو اس طرح عمل بالحدیث ہندوستان میں پھیل گیا۔ (نقوش ابوالوفاء، خلاصہ از صفحہ ۳۹ تا ۴۲)

چونکہ ترک رفع یدین کو تلقی بالقبول حاصل تھی اس لئے اس میں ضعیف راوی کی روایت بھی خصوصاً جبکہ اس کا شاہد بھی موجود ہو جیسا کہ تحقیق مسئلہ رفع یدین میں حضرت ابن عباسؓ کی یہی روایت سعید ابن جبیرؓ کے واسطے سے بھی منقول ہے اور اس میں ابن ابی لیلیٰ کا واسطہ نہیں۔ ملاحظہ ہو: حدثننا احمد بن شعيب ابو عبد الرحمن النسائي ثنا عمر بن يزيد ابو بريد الجرمي ثنا سيف بن عبيد الله ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال السجود على سبعة اعضاء الدين و القدمين و الركبتين و الجبهة و رفع الايدي اذا راء بيت البيت و على الصفا و المروة و بعرفة و عنف رمى الجمار و اذا اقيمت الصلوة (مجمع طبرانی کبیر، جلد ۱۱، صفحہ ۴۵۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سجدہ سات اعضاء پر ہے، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنے اور پیشانی پر اور رفع یدین جب تو بیت اللہ کو دیکھے اور صفا و مروہ پر، وقوف عروہ کے وقت رمی جمار کے وقت اور جب نماز قائم کی جائے۔ (مجموعہ رسائل، ص ۱۵۲، جلد ۱) ابن ابی شیبہ نے اس روایت کو موقوفاً ابن فضیل کے واسطے سے عطاء سے نقل کیا ہے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۲۳۶ تا ۲۳۷، جلد ۱)

دوسری بات

علی زئی نے اوکاڑوی صاحب کا عقیدہ کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ ایک سیلانی بزرگ سید شمس الحق شاہ صاحب قدس سرہ، جو فاضل دیوبند تھے، تشریف لائے۔ فرمایا ولی محمد (اوکاڑوی صاحب کے والد) گھبراؤ نہیں، تم اللہ کے فضل و کرم سے سات بیٹوں کا منہ دھو گے، میرے بعد چھ بھائی پیدا ہوئے اور والد صاحب نے واقعی سات بیٹوں کا منہ دھویا۔ (تجلیات صفد، صفحہ ۱۰، جلد ۱) (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۲۱)

یہ مسئلہ خوراق کا ہے خرق عادت کرامت یا معجزہ کا اس میں اختیار نہیں ہوتا، اسی طرح نہ اس میں کلیت ہوتی ہے کہ جو کرامت ایک ولی سے ہو وہ سب اولیاء سے صادر ہو اور نہ دوام ہوتا ہے کہ ہر وقت وہ کرامت یا معجزہ کو ظاہر کر سکے۔ مثلاً اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پچا کے لئے دس انگلیاں

اٹھانا بھی مفید نہ ہوا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے اور دوسرے موقعہ پر تیمم کی آیت نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرامؓ کے ساتھ تیمم کرنا پڑا، معلوم ہوا کہ چشموں کا جاری ہونا خدا تعالیٰ کی قدرت سے تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات مثلاً مردوں کو زندہ کرنا اور مادرزاد نابینوں کو بینا کرنا قرآن پاک میں مذکور ہے۔ عیسائیوں نے ان معجزات کو دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدرت کا عقیدہ بنا کر یہ کہہ دیا کہ یہی خدا ہیں یا خدا کا بیٹے ہیں اور یہودیوں نے اپنے اوپر قیاس کر کے انکار کر دیا کہ ہم سے اگر یہ نہیں ہو سکتا تو عیسیٰ علیہ السلام سے بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک سحر ہے جس سے آنکھوں پر اثر ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ وہ سب میرے اذن اور اختیار سے تھا۔ تحی الموتی باذن اللہ وغیرہ آج کل بھی وہی افراط یہاں پائی جاتی ہے۔ اہل بدعت بزرگوں کو کرامات کو عیسائیت کی نظر میں دیکھتے ہیں کہ علمی کرامت دیکھ کر ان کو ”عالم الغیب“ سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اور منافق القدرۃ کسی فعل کے صدور کو دیکھ کر اس کو ”مختارِ کل“ وغیرہ سمجھتے ہیں اور علی زئی وغیرہ غیر مقلدین ان کرامت کو یہودیوں کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کا انکار کر دیتے۔

حضرت اوکاڑوی نور اللہ مرودہؒ نے پوری زندگی اس افراط و تفریط کی تردید کی اور بتایا کہ اہل سنت والجماعت کا مسلک اعتدال یہی ہے کہ کرامت میں قدرت و اختیار اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے اور اس میں کلیت اور دوام بھی نہیں ہوتا اور اکثر کرامت میں قطعیت بھی نہیں ہوتی، اگر کرامت شرک ہے تو قرآن و سنت جن میں معجزات کے ساتھ کرامت کا ذکر ہے وہ بھی شریکے کتابیں بن جائیں گی، مثلاً قرآن پاک میں آل عمران آیت نمبر ۳۷ میں حضرت مریم علیہ السلام کے پاس (بے موسم) پھلوں کے خرق عادت آنے کا ذکر ہے۔ آصف بن برخیا کے آنکھ جھپکنے سے پہلے بلقیس کے تحت لانے کا ذکر ہے۔ (نمل: ۴۰) ان دونوں مقامات میں حضرت مریم نے من عند اللہ کہہ کر اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہذا من فضل ربی کہہ کر یہ بھی بتا دیا کہ کرامت میں قدرت خداوندی ہے۔ اب کرامت کا انکار کرنے والا علی زئی خدا تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہے۔ اسی طرح مشکوٰۃ شریف میں باب الکرامات ہے اس میں حضرت جابرؓ کے والد عبد اللہؓ کی وصیت ہے کہ میرے باپ نے رات کو مجھے بلا کر فرمایا کہ میرا بھی خیال ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے سب سے پہلے شہید ہو جاؤں گا اور اس کے بعد کچھ وصیتیں فرمائیں۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ فلکان اور قتیل وہ سب سے پہلے شہید ہوئے۔ (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ، صفحہ ۵۴۴) تو علی زئی کے نزدیک حضرت عبد اللہؓ عالم الغیب بن گئے؟

تیسری بات:

یہ کہ صفحہ ۱۳ پر احمد علی لاہوریؒ کے کشف کا ایک موضوع واقعی ہے۔ (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۲۱) کشف بھی منجانب اللہ ہوتا ہے، اس کا انکار بھی قدرت خداوندی کا انکار ہے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: ”بزرگوں کو جو کشف ہوتا ہے یہ ان کے اختیار میں نہیں بلکہ ان کے اختیار سے باہر ہے۔“ (شریعت و طریقت، صفحہ ۳۳۰) حضرت انس بن نصرؓ نے احد میں فرمایا میں احد کے پیچھے جنت کی خوشبو پاتا ہوں۔ (بخاری) حضرت سعدؓ کو احد کی لڑائی میں فرشتوں کا کشف ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور میکائیل علیہ السلام بائیں جانب تھے۔ (بخاری)

علی زئی اور تمام غیر مقلد کرامات اہل حدیث کا عربی ترجمہ کروا کر سعودیہ دارالافتاء میں بھیجیں کہ یہ شرک ہے یا نہیں۔ میں نذیر حسین صاحب کی پیشگوئی بھی ملاحظہ فرمائیں، عبدالعزیز ساکن صمدنی کو لکھتے ہیں: ”.....“ مجھے اپنے اللہ سے اُمید ہے کہ تم کو وہ اولاد صالح دے گا اور یہ بھی

قوی بھروسہ ہے کہ سب سے زیادہ ہوگی۔ میں رات کو خواب دیکھا تھا کہ تم کئی لڑکوں کی انگلیاں پکڑے ہوئے آرہے ہو اور چند بچے تمہارے پیچھے پیچھے ہیں۔“ (النج) آگے لکھتے ہیں کہ:..... ”میرے چند لڑکے ہیں اور ان کا نام بھی درج کئے ہیں۔“ (الحیات بعد الممات، صفحہ ۳۴۴-۳۴۵) کیا ایسی پیشگوئیاں بھی شرک ہیں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فہم عطا فرمائیں۔ امین!

چوتھی بات:

علی زئی لکھتا ہے کہ زکریا صاحب تبلیغی حیاتی دیوبندی محدثین پر نیشن زنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:..... ”ان محدثین کا ظلم سنو۔“ (تقریری بخاری، جلد ۳، صفحہ ۱۰۴) یہی اعتراض علی زئی نے بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم صفحہ ۲۲ پر کیا ہے اور چند تصوف کی اصطلاحات کو بگاڑ کر لکھتا ہے کہ:..... ”دیوبندی حضرات اہل بدعت ہیں اور جہمیہ کی طرح ان کی بدعت شدید اور خطرناک ہے، لہذا ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اہل حدیث سلفی علماء کی یہی تحقیق ہے۔ ہمارے شیخ بدیع الدین الراشدی نے اس مسئلے پر ایک رسالہ ”امام صحیح العقیدہ ہونا چاہئے۔“ لکھا ہے۔ پرفیسر عبداللہ بہاولپوری اور شیخنا ابوالجال اللہ دتہ السوہدوی الوزیر آبادی بھی اسی کے قائل تھے کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی کا بھی یہی موقف ہے۔ جن علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے ان تک دیوبندیوں کے عقائد مذکورہ نہیں پہنچے ہیں یا انہیں اس مسئلے پر تحقیق کا موقع نہیں ملا ہے۔“

”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم، صفحہ ۳۰)

اس سے قبل اس نے بدعت جہمیہ کو بدعت مکفرہ لکھا ہے اور سلام بن ابی مطیع کا قول نقل کیا ہے کہ ”الجهمية كفار لا یصلی خلفہم جہمیہ کفار ہیں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔“ (بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم، صفحہ ۸)

الجواب:

قارئین کرم! جن عبارات اور عقائد علی زئی نے بگاڑ کر علمائے دیوبند کو جہمیہ اور پھر جہمیہ کو کافر اور امامت کا اہل قرار نہ دینا یہ بحث تو دوسری کسی تحریر میں آئے گی نیز یہ بحث بھی اس وقت مقصود نہیں کہ مرزائیوں کے پیچھے تو مولوی ثناء اللہ امرتسری اور حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی کی نماز تو ہو جاتی تھی اور علی زئی کی دیوبندیوں کے پیچھے کیوں نہیں ہوتی؟

سر دست تو حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے خلاف جو زہری علی زئی اُگل رہا ہے اور اس کو لائیل مسئلہ سمجھتا ہے اگرچہ ہر عقل مند اس کو اس بھنگی کی بڑ سمجھتا ہے جو مامون کو کہتا تھا کہ یہ مامون رشید بھائی سے غداری کر کے میری نظر سے گر گیا ہے۔ حضرت شیخ الادب نے اس کو اَنْفَ فِی الْمَاءِ وَاسْتَفِی السَّمَاءِ کے عنوان سے تعبیر کیا ہے تو حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا علی زئی کی نظر سے گرنا بھی ایسے ہی ہے۔

لطیفہ:

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علی زئی کے پیچھے غیر ملکی سرمایہ بولتا ہو جیسے کسی نمبردار کے گھر کام کرنے والی نوکرانی نے چند بار نمبردار سے کہا کہ میرا بچہ جوان ہو گیا ہے اور اب آپ کی بچی بھی جوان ہو گئی ہے اگر آپس میں رشتہ ہو جائے تو اچھا ہے۔ نمبردار کو پتہ چلا تو اس نے کہا جہاں بیٹھ کر ایسی بات کرتی ہے اس جگہ کو کھودو، وہاں کوئی خزانہ تو نہیں۔ چنانچہ کھدائی کی گئی تو وہاں سے خزانہ نکلا، خزانہ نکالنے کے بعد جب اس سے بات کی تو نے ہم سے

رشتہ مانگا تھا تو کہنے لگی تو بہ کہاں میں غریب اور کہاں آپ جیسے نمبر دار۔ تو نمبر دار نے کہاں کہ اصل میں یہ نہیں بولتی تھی نیچے دفن شدہ پیسہ بولتا تھا۔ جب دفن شدہ پیسہ اثر رکھتا ہے تو غیر مدفون غیر ملکی سرمایہ کس طرح غیر مقلدین کو خاموش رہنے دے گا۔

قارئین کرام! حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے چھیالیس سال تک حدیث شریف کا درس دیا، جس میں خصوصیت سے بخاری اور ابوداؤد زیر درس رہیں۔ بخاری شریف اول پچاس مرتبہ دونوں جلد سولہ مرتبہ پڑھائیں۔ (تذکرۃ الشیخ، صفحہ ۳۱)

۳۳ھ سے رجب ۹۰ھ تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں حدیث پاک کا مشغلہ نہ ہو۔ مدرسہ مظاہر العلوم میں اٹھارہ سواکیس طلباء نے حضرت شیخ سے حدیث پاک کا درس حاصل کیا۔ اس میں پاکستان، ہند کے علاوہ سعودی عرب، افریقہ، انگلستان، افغانستان وغیرہ ممالک کے طلباء بھی شامل رہے ہیں۔ (مختصر تذکرہ، صفحہ ۳۱)

مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے فارسی اشعار کا مطلب یہ ہے کہ حضرت شیخؒ نے جگہ جگہ خانقاہ و مدرسہ قائم فرمائے اور تربیت فرما کر قافلے کے قافلے بھیجتے ہیں۔ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، پاکستان، افریقہ حضرت کا فیض پہنچا ہے اور مورش، رنگون، اندمان جیسے مقامات کو مرکز بنایا ہے۔ (تذکرۃ الشیخ، صفحہ ۳۲) حضرت شیخؒ فرماتے ہیں ۱۳۸۴ھ میں حج و زیارت کے لئے گیا تھا، وہاں مدینہ منورہ میں ایک خواب دیکھا کہ یہ ناکارہ مسجد نبویؐ میں بخاری شریف پڑھانے پر مامور ہوا، مجھے بہت ہی فکر سہم اور اپنی نابالیت کا استحضار بار بار عذرت معذرت پر میں نے کہا کہ میں کتابیں وغیرہ ساتھ نہیں لایا کو بوقت ضرورت مراجعت کر سکوں۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ میں پاس بیٹھا رہا کروں گا اور مدد دیتا رہا کروں گا، سبق شروع ہو گیا۔ میں نے شروع میں خطبہ نہ ہونے کے متعلق جو تو چیہات ہم کیا کرتے ہیں شروع کیں، حضرت امام بخاریؒ پاس تھے، انہوں نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ اس کی تالیف کتابی صورت سے نہیں ہوئی بلکہ الگ الگ کڑاں (اجزاء) کتاب العلم، کتاب الطہارت وغیرہ تالیف ہوتے رہے، بعد میں ان کو مرتب کر لیا گیا اس لئے خطبہ کی نوبت نہیں آئی۔ (تقریر بخاری، ص ۶۴، جلد ۱)

سچے خواب مبشرات میں سے ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کی روحانی توجہ بھی حضرت شیخ رحمہ اللہ کی طرف ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے متعلق ادھوری بات نقل کر کے اپنے عیبوں پر پردہ ڈالنا مقصود ہے۔ غیر مقلدین کی سب سے پہلی جماعت غرباء الہمدیث جو ۱۳۱۳ھ میں معرض وجود میں آئی اس کا مقصد بقول پروفیسر محمد مبارک غیر مقلد ملاحظہ فرمائیں: فرماتے ہیں: "میرا مقصد یہ بتانا ہے کہ جماعت غرباء الہمدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے مقصد کے لئے رکھی گئی تھی۔" (علمائے احناف اور تحریک مجاہدین، صفحہ ۴۸)

نواب وحید الزمان غیر مقلد امام بخاریؒ کے بارہ میں فرماتے ہیں: "امام بخاریؒ کو پتہ نہیں کیا شبہ ہو گیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان (امام جعفرؒ) سے روایت نہیں کرتے اور یحییٰ بن سعید قطان نے بڑی بے ادبی کی ہے جو کہتے ہیں: فی نفسی منہ شیئی و مجالد احب الی منہ حالانکہ مجالد کو امام صاحب کے سامنے کیا رتبہ ہے۔ ایسی ہی باتوں کی وجہ سے تو اہل سنت بدنام ہوتے ہیں کہ ان کو ائمہ اہل بیت سے کچھ محبت اور اعتقاد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ امام بخاریؒ پر رحم کرے مروان اور عمران بن حطان اور کئی خوارج سے تو انہوں نے روایت کی اور امام جعفر صادقؒ سے جو ابن رسول اللہ ہیں ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں۔" (لغات الحدیث، صفحہ ۶۲)

اسی طرح حکیم فیض عالم صدیقی بخاری شریف کی واقعہ افک کی روایت کو وضعی روایت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "سورہ نور کی آیت ۱۲ تا ۱۱ کی سیدھی سادھی تفسیر کو چند وضعی احادیث کی روشنی میں گھسیٹ کر صدیقہ کائنات کی پاکدامنی کی تائید میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے

- "(صدیقہ کائنات، صفحہ ۹۲) پھر فرماتے ہیں کہ اس افک کی زد میں صرف صدیقہ کائنات کی ذاتِ مطہرہ ہی نہیں آتی بلکہ تمام صحابہؓ اور صحابہ سے بڑھ کر خود حضور خاتم المعصومین کی ذاتِ اقدس بھی آتی ہے۔ گویا اس کذاب داستان گو نے ایک تیر سے کئی شکار کئے ہیں۔ وہ کذاب داستان گو اس داستان سے یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ گویا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاشرہ تشکیل دیا تھا اس میں ہر فرد اس ذہنیت کا تھا کہ جہاں تنہائی میں کسی مرد کو کسی عورت سے ملنے کا موقع ملتا وہ گناہ سے باز نہ رہ سکتا بلکہ وہ بات کو بڑھا کر اس طرح حملہ آور ہوتا ہے کہ ماں اور بیٹا بھی ایسے مواقع پر آپس میں چوکنے والے نہیں تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کذاب کے خاندان میں اس جیسے واقعات رونما ہوتے رہے ہوں گے جن کی وجہ سے وہ بری طرح متاثر تھا اور اسی طرح اس کو یہ واقعہ تراشنے میں ذرا ہچکچاہٹ یا تنگی محسوس نہیں ہوئی۔ ایک طرف اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کی عزت پر حملہ کیا، دوسری طرف اس نے پورے مسلم معاشرہ کے بلند ترین اخلاقی کردار کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔ تیسری طرف اس نے نبی علیہ السلام کی ازواجِ مطہرات کی ذواتِ قدسیہ کے متعلق یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ ہمیشہ آپس میں الجھتی رہتی تھیں۔" (صدیقہ کائنات، صفحہ ۹۳)

پھر بخاری کی دوسری حدیث جس کی آڑ میں افک کی روایت تراشی گئی کہ عنوان کے تحت لکھتے ہیں: "ان محدثین، ان شارحین حدیث، ان سیرت نویس اور ان مفسرین کی تقلیدی ذہنیت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اتنی بات کا تجزیہ یا تحقیق کرنے سے بھی عاری تھے کہ یہ واقعہ سرے سے ہی غلط ہے، لیکن اس دینی و تحقیقی جرأت کے فقدان نے ہزاروں الیہ پیدا کئے اور پیدا ہوتے رہیں گے۔ ہمارے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرما دیا وہ صحیح اور لا ریب ہے خواہ اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت، انبیاء کرام کی عظمت، ازواجِ مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں۔ کیا یہ امام بخاری کی اس طرح کی تقلید نہیں جس طرح مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں۔" (صدیقہ کائنات، صفحہ ۱۰۵-۱۰۶)

بخاری شریف میں اس روایت کے راوی ابن شہاب زہریؒ ہیں، حکیم صاحب فرماتے ہیں: "ابن شہاب منافقین و کذابین کے دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے۔ اکثر گمراہ کن، خبیث اور مکذوبہ روایتیں انہیں کی طرف منسوب ہیں۔" (صدیقہ کائنات، صفحہ ۱۰۷) نیز فرماتے ہیں: "ان کی گمراہ کن روایتوں میں ان کے ساتھی کوفی اور بصری تھے۔ محمد ابن اسحاق جن کے متعلق امام مالکؒ کا قول (کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا) نقل کیا گیا ہے۔ ابن شہاب کے گروہ کا فرد تھا ابن شہاب کے متعلق یہ بھی منقول ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے بھی بلا واسطہ روایت کرتا تھا جو اس کی ولادت سے پہلے مر چکے تھے۔" (صدیقہ کائنات، صفحہ ۱۰۸)

دسمبر ۱۹۸۲ء میں عالمی سیرت کانفرنس اور ہفتہ وحدت میں شرکت کرنے کے لئے پاکستان سے ایک وفد ایران گیا۔ اس وفد میں گوجرانوالہ کے غیر مقلد عالم مولوی بشیر الرحمنؒ مستحسن تھے، انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا: "اب تک جو کچھ کہا گیا ہے وہ قابلِ قدر ضرور ہے قابلِ عمل نہیں۔ (جملہ معترضہ کے طور پر عرض ہے جو کچھ پہلے کہا گیا تھا اس میں حضرت مولانا عبدالقادر آزادؒ کے چھ نکات بھی تھے جن میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ خمینی مجتہد کی حیثیت سے اعلان کریں کہ ان کے نزدیک خلفائے ثلاثہ ابوبکرؓ، عمرؓ و عثمانؓ ایسے ہی بلند پایہ مسلمان ہیں جیسے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ہیں۔ نیز دستور ایران میں سربراہ مملکت کے لئے شیعہ عقیدے کا حامل ہونے کی شرط ہے۔ یہاں شیعہ کی بجائے مسلم کا لفظ ہونا چاہئے۔ نیز یہ کہ تہران کے سنی مسلمانوں کو اپنی مسجد بنانے کی اجازت دی جائے اور پارلیمنٹ اور دوسرے محکموں میں سنی مسلمانوں کی تعداد کے مطابق انہیں نمائندگی دی جائے) اختلاف ختم کرنا ضروری ہے، مگر اختلاف ختم کرنے کے لئے اسباب اختلاف کو مٹانا ہوگا۔ فریقین کی جو کتب قابلِ اعتراض

ہیں ان کی موجودگی اختلاف کی بھٹی کوتیز کر رہی ہے کیوں نہ ہم ان اسباب ہی کو ختم کر دیں، اگر آپ صدقِ دل سے اتحاد چاہتے ہیں تو ان تمام روایات کو جلا نا ہوگا جو ایک دوسرے کی دلازاری کا سبب ہیں۔ ہم بخاری کو آگ میں ڈالتے ہیں آپ اصول کافی کو نذر آتش کریں۔ آپ اپنی فقہ صاف کریں ہم اپنی فقہ صاف کر دیں گے۔" (آ تشکدہ ایران، صفحہ ۱۰۹)

قارئین کرام! یہ ہے ان غیر مقلدین کا حدیث اور محدثین کا احترام اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ایک ذومعینین جملے کو لے کر اپنی اس کار کردگی کو چھپانا چاہتے ہیں۔ کیا لفظ اہل حدیث جو ایک علمی اصطلاح میں محدث پر بولا جاتا تھا اس کو ایسے جاہل غیر مقلد کے لئے استعمال کرنا جس کو استنباء نہ کرنا آتا ہو اپنا نام نہ لکھنا آتا ہو یہ محدثین پر ظلم نہیں۔ اگر کسی جاہل مریض کو ڈاکٹر صاحب اور ابجد ناشناس کو علامہ صاحب یا سائنس دان نج صاحب کہنا اگر ان فنون کی توہین اور ان ماہرین فن پر ظلم ہے تو لفظ اہل حدیث کا جاہلوں کے لئے استعمال میں بھی یقیناً محدثین اور فن حدیث پر ظلم ہے۔ اب آپ حضرت شیخ الحدیث کی پوری عبارت پڑھیں گے تو حضرت شیخ سے کوئی بدگمانی نہیں رہے گی۔ مسئلہ رفع یدین کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اگر ابن مسعود کی روایت کو تم موقوف کہتے ہو تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ابن عمر کی روایت موقوف ہے اس لئے کہ ابن عمر کے دو شاگرد ہیں۔ ایک سالم دوسرے نافع۔ سالم تو مرفوع نقل کرتے ہیں اور نافع موقوف نقل کرتے ہیں۔ امام ابواؤد نے نافع کی روایت کو ترجیح دی ہے

ان محدثین کا ظلم سنو! جیسا کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم ظلم برداشت کرتے ہیں۔ چار روایات ایسی ہیں کہ ان کو حضرت سالم تو مرفوع نقل کرتے ہیں اور حضرت نافع ان کو موقوف نقل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دونوں ساری روایتوں میں رفعاً و وقفاً متفق ہیں، تو تین میں تو نافع کو مقدم کرتے ہیں اور رفع یدین میں سالم کو مقدم کرتے ہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ جیسے اور مسائل میں نافع کی موقوفات کو ترجیح ہے اسی طرح یہاں بھی ان کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ (تقریر بخاری، جلد ۳، صفحہ ۱۰۴)

قارئین! پوری عبارت پڑھیں کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ خفیوں کی جو مظلومیت بیان کر رہے ہیں یہ درست ہے یا نہیں۔ ان روایات کی کچھ تفصیل حضرت نے اوجز جلد ۱، صفحہ ۲۱۴ پر ذکر کی ہے۔ اب قارئین فیصلہ فرمائیں کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی علی زنی ناقص عبارت نقل کر کے شیخ پر ظلم کرتا ہے یا نہیں!

پانچویں بات:

اوکاڑوی کا داماد کا عنوان صفحہ ۱۵ پر دیا ہے اور صفحہ بائیس پر لکھتا ہے کہ جب میں اوکاڑہ گیا تو میں نے امین اوکاڑوی صاحب کے کلین شیو داماد (محمود صاحب) سے ملاقات کی، میرے ساتھ شیخ محمد حسین طاہری صاحب، مولانا عبداللطیف تبسم صاحب، جناب عبدالجلیل صاحب، حافظ جمیل صاحب، جناب محمود صاحب اور جناب مبشر احمد ربانی صاحب تھے۔ یہ داماد مسلکاً اور خاندانی اہلحدیث ہے، وہاں اوکاڑوی صاحب کے نواسوں کو بھی دیکھا۔ داماد نے بتایا کہ میرے بیٹے دادا (اہلحدیث) کے مسلک (یعنی صحیح دین اسلام) پر ہیں، نانا اوکاڑوی کے مسلک پر نہیں۔ والحمد للہ یاد رہے کہ یہ داماد پہلے بھی باوجود اپنی خامیوں کے مسلکاً اہلحدیث تھا اور اب بھی ہے۔" (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۲۲)

قارئین کرام! یہ ہے علی زنی کا اور آج کل کے غیر مقلدین کا لائیکل سوال جس کا جواب نہ ملنے پر علی زنی کی آٹھ تراویح ثابت ہوتی ہے۔ نیز قارئین اہلحدیث کے مسلک کے بعد بریکٹ میں یعنی صحیح دین اسلام پر غور کریں کہ یہ مقلدین کو کیا سمجھتے ہیں۔ غیر مقلدین بھی علی زنی کی اندھی

تقلید نہ کریں ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ جن غیر مقلدین کے داماد بریلوی اور شیعہ ہیں یہ بریلویوں اور شیعوں کے حق ہونے کی دلیل ہیں اور کیا ایسے لوگوں کو وہ خدا یا رسول سمجھ کر پیش کرتے ہیں، پھر یہاں واقعہ بھی اس کے خلاف ہے۔ اس سے پہلے غیر مقلدین نے مولانا غلام مصطفیٰ صاحب اوکاڑوی سے اس محمود کے غیر مقلد ہونے پر دس ہزار روپے ہارا ہے اور وہ شرائط وغیرہ اور محمود الحق صاحب کی تحریر مولوی غلام مصطفیٰ کے پاس محفوظ ہے، ضرورت پڑنے پر ان شاء اللہ وہ بھی شائع ہو جائے گی۔

علی زئی کی مذکورہ تحریر پڑھ کر بندہ خود ۲۹/ رمضان کو محمود کے پاس گیا اور میں نے مذکورہ تحریر پڑھ کر اسے سنائی تو وہ بہت حیران ہوا اور کہنے لگا کہ میرے پاس یہ اشخاص کبھی نہیں آئے اور پھر بتایا کہ مولوی غلام مصطفیٰ سے اوکاڑہ کے غیر مقلدین نے دس ہزار کی شرط لگائی تھی۔ میں نے اس وقت ہی لکھ دیا تھا کہ میں حنفی ہوں اور مولوی غلام مصطفیٰ نے ان غیر مقلدین سے دس ہزار لیا تھا اور مذکورہ ناموں کا کوئی وفد میرے پاس نہیں آیا۔ اس کے بعد اس نے میرے کہنے پر درج ذیل تحریر پر دستخط کئے جو بعینہ قارئین کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ (اگلے صفحہ پر)

میں مسمی محمود الحق داماد مولانا محمد امین اوکاڑوی نے علی زئی کی کتاب اوکاڑوی کے تعاقب میں یہ تحریر دیکھی کہ میں نے محمد حسین طاہری عبداللطیف تبسم، عبد الجلیل، حافظ جمیل، محمود صاحب اور مبشر احمد ربانی کے ساتھ امین اوکاڑوی کے داماد سے ملاقات کی یہ داماد مسلکاً اور خاندانی اہل حدیث ہے، اوکاڑوی صاحب کے نواسوں کے بارہ میں اس نے بتایا کہ یہ دادا (اہل حدیث) کے مسلک (یعنی صحیح دین اسلام) پر ہیں نانا اوکاڑوی کے مسلک پر نہیں اور یہ بھی لکھا کہ یہ داماد پہلے بھی باوجود اپنی خامیوں کے مسلکاً اہل حدیث تھا اور اب بھی ہے۔ میں اس واقعہ کی تردید کرتا ہوں نہ ہی یہ لوگ میرے پاس آئے اور نہ میں نے یہ باتیں کہیں۔ میرا خاندان اگرچہ اہل حدیث ہے مگر میں اور میرے بچے اہل سنت والجماعت حنفی ہیں۔

چھٹی بات:

سندھی و بلوچی جواہلحدیث ہوئے (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۱۵) پھر اس کی تفصیل لاڑکانہ سندھ کا مناظرہ کے عنوان سے اس طرح بیان کرتے ہیں:..... "ایک دفعہ حاجی علی محمد سیال صاحب اور آل دیوبند کے درمیان مناظرہ ہوا، راقم الحروف اپنے ایک مناظر دوست کے ساتھ لاڑکانہ پہنچا، دیوبندیوں کے ساتھ شرائط مناظرہ طے کیں، ان کا ایک داڑھی منڈا مولوی اور باقی داڑھی والے مولوی تھے۔ فریقین کے شرائط پر دستخط ہوئے، اوکاڑوی صاحب کو دیوبندیوں نے بلوایا ہوا تھا، انہوں نے المسلمون علی شروطہم کی مخالفت کرتے ہوئے ان شرائط کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اور ایسی خود ساختہ شرائط پیش کر دیں جن کا اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مثلاً حدیث وہ صحیح ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح کہیں، مقررہ وقت پر راقم الحروف اپنے سندھی (مستوی قبیلہ کے) اور بلوچ (جاگیرانی قبیلہ کے) ساتھیوں کے ساتھ دیوبندیوں کے مدرسہ میں علمی مذاکرہ کے لئے پہنچا۔ جناب اوکاڑوی صاحب مناظر دیوبندیت اور ڈاکٹر خالد محمود سومر دیوبندی صاحب اپنے مدرسہ جامعہ اسلامیہ اشاعت القرآن والحدیث سے بھاگ چکے تھے، مناظرہ تو خیر نہ ہوا ان بھاگے ہوئے حضرات کو ان کے اپنے مدرسہ میں لانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ تاہم بہت سے لوگ اہل حدیث ہو گئے تھے۔ مثلاً (۱) مختیار علی تمبر ولد نور الدین بڑو تعلقہ تمبروٹ، گھٹڑ، (۲) سکندر ولد قیصر خان جاگیرانی، گاؤں گل محمد جاگیرانی تعلقہ تمبر ضلع لاڑکانہ سندھ، (۳) حاجی محمد عظیم جاگیرانی، (۴) حاجی محمد مرید ولد قیصر خان جاگیرانی، (۵) منیر احمد ولد حاجی محمد مرید بلوچ۔" (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۲۲-۲۳)

قارئین کرام! یہ ہے علی زئی کا چھٹا نمبر جس کے جواب نہ ملنے کی وجہ سے تہجد، تراویح اور وتر ایک نماز بن رہے ہیں۔ علی زئی نے اپنی اندھی تقلید کرنے والوں کو تھوڑا سا مطمئن کرنے کے لئے تعاقب کے صفحہ ۱۰-۱۱ پر چار عدد تحریروں کے فوٹو بھی شائع کئے ہیں تاکہ انہیں اطمینان ہو جائے کہ واقعہ کے بیان کرنے میں بڑی دیانت سے کام لیا جا رہا ہے۔ یہ طریقہ علی زئی نے کیپٹن مسعود عثمانی سے سیکھا ہے کہ وہ بھی بخاری وغیرہ کے فوٹو سٹیٹ اپنی خواہش کے مطابق شائع کرتا ہے تاکہ پڑھنے والے مطمئن ہو جائیں کہ تحریر میں بڑی امانت و دیانت کا لحاظ رکھا گیا ہے حالانکہ اپنی مرضی کی ادھوری فوٹو سٹیٹ ہوتی ہے۔ علی زئی نے ۲ نمبر فوٹو سٹیٹ میں شائع کیا ہے:

"الہجدیث نے فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر اور رفع یدین پر اپنے تینوں دعویٰ مع دستخط لکھ کر دیوبندیوں کو دے دیئے، ہم اللہ وحدہ لا شریک کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ دیوبندی مناظر امین اوکاڑوی مناظرہ سے بھاگ گئے۔ انہوں نے نہ جواب دعویٰ لکھا اور نہ اپنی طے کردہ شرطوں پر مناظرہ کے لئے تیار ہوئے۔" (تعاقب، صفحہ ۱۰)

الجواب:

غیر مقلد قرآنی آیت اور حدیث بھی ادھوری عوام کے سامنے پیش کرتا ہے اور فوٹو سٹیٹ بھی ادھوری، دوسرے فوٹو سٹیٹ میں جو لکھا ہے کہ تینوں دعویٰ مع دستخط لکھ کر دیوبندیوں کو دے دیئے اس کا فوٹو نہیں شائع کیا تاکہ پتہ چلے کہ وہاں مکمل دعویٰ تھا یا نہیں، دوسری طرف حنفی مناظر کی فوٹو سٹیٹ بھی نامکمل ہے۔ علی زئی کا شائع کردہ حنفی تحریک کا فوٹو سٹیٹ یہ ہے:..... "بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ! غیر مقلد مناظر نے مناظرہ سے پہلے ہی تسلیم کر لیا کہ امام کے پیچھے ۱۱۳ سورتیں پڑھنا حرام ہیں اور صرف سورہ فاتحہ ہر مقتدی پر فرض ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ یہ قرآن پاک میں بالکل نہیں ہے۔ اب ہم اپنا مسئلہ ان شاء اللہ العزیز قرآن پاک سے ثابت کر دیں گے اور جب تک مسئلہ قرآن پاک سے حل ہو سکے کسی اور طرف

جانے کی ضرورت نہیں۔ (۲) حدیث کی صحت اور ضعف کے بارے میں غیر مقلد مناظر نے پوری بوکھلاہٹ کے ساتھ بکواس لکھ دیا ہے۔ جب آپ کے ہاں دلیل صرف اللہ کا فرمان اور نبی پاک کا ارشاد ہے تو آپ کو حدیث کا صحیح ہونا دلیل سے ہی ثابت کرنا پڑے گا۔ آپ نے اس کو بکواس لکھ کر ایک طرف قرآن و حدیث کی توہین کی ہے، دوسرے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ہمارا مسلک صرف قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہو سکتا اور ساتھ یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ قرآن نے ہمیں خاص اس مسئلہ میں یتیم کر دیا ہے، وہ ہمارے سر پر ہاتھ رکھنے کو تیار نہیں۔ اسی طرح جلد ہی دوسرے دو مسائل یعنی آئین منفرد، مقتدی اور امام اور رفع یدین کی ۱۸ جگہ نفی دس جگہ اثبات، دوام کی صراحت، جو نہ کرے وہ بے نماز اور حدیث کو دلیل یعنی اللہ، رسول کے ارشاد سے صحیح ثابت کرنا اس کا جواب بھی بھیجیں۔ محمد امین صفدر عفا اللہ عنہ ۹۵-۱۰-۲۱ (تعاقب، صفحہ ۱۱)

قارئین کرام! اس تحریر کو پڑھ کر فیصلہ فرمائیں کہ تحریر بھاگتا ہوا آدمی لکھ رہا ہے یا بھاگنے والا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ علی زئی نے جو پہلی شرط لکھی تھی کہ دلائل قرآن و حدیث سے دیئے جائیں گے۔ (تعاقب، صفحہ ۱۰) پھر دوسری تیسری اور چوتھی شرط میں محدثین کی تصحیح تضعیف کو معیار قرار دینا پہلی شرط سے انحراف ہے کیونکہ جب دلیل قرآن و حدیث ہی ہے اور محدثین کی بات نہ قرآن ہے نہ حدیث تو حدیث کی تصحیح و تضعیف بلا دلیل ہوئی بلکہ غیر نبی پر اعتماد کرنا ان کے بقول شرک فی الرسالۃ ہے تو خفی مناظر کی کوشش تو علی زئی کو شرک سے بچانے کی تھی اور عوام پر یہ واضح کرنا تھا کہ غیر مقلد مناظر تحریر میں ہی قرآن و حدیث سے اعراض کر گیا ہے اور اپنی پہلی شرط سے بھاگ گیا ہے بلکہ قرآن و حدیث کی پابندی کو بکواس کہہ دیا ہے اور علی زئی تعاقب کی تحریر تک اس قرآن و حدیث کے مطالبہ کو خود ساختہ اور اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے خلاف لکھتا ہے۔ (تعاقب، صفحہ ۲۲)

قارئین کرام! اس سے معلوم ہو گیا کہ قرآن و حدیث کا ہر ہر بات پر مطالبہ کرنے والی جماعت غیر مقلدین کا وجود اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں نہیں۔ اب آپ ہی غور کریں کہ مولانا اوکاڑویؒ بھاگے ہیں یا علی زئیؒ اپنی پوری جماعت سمیت صرف قرآن و حدیث والی شرط سے ہی نہیں بھاگا بلکہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ سے بھاگ کر نکل گیا ہے۔ اب نامعلوم اپنی جماعت کو اسلام کی تاریخ سے نکال کر کس مذہب میں داخلے کرے گا۔

قارئین کرام! ۱۹۹۵ء میں اسی مناظرہ میں علی زئیؒ نے ایسی مار کھائی ہے کہ اب تک اس پہلی شرط قرآن و حدیث والی شرط کو چھوڑ کر اجماع اور اجتہاد کا قائل ہو گیا ہے اگرچہ منافقانہ طور پر ہی ہو، چنانچہ لکھتا ہے قرآن و حدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے، ہم اس کے بھی قائل ہیں۔ قرآن و حدیث اور اجماع سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے۔ ہم بھی اس کے جواز کے قائل ہیں۔ (تعاقب، صفحہ ۴۶)

الحمد للہ اوکاڑوی صاحبؒ تو ساری زندگی اپنے مسلک پر قائم رہے اور علی زئیؒ اپنا مسلک چھوڑ گیا، پھر بھی دعویٰ یہ ہے کہ اوکاڑوی صاحبؒ بھاگ گئے۔ اب علی زئیؒ المسلمون علی شروطہم پڑھ کر روزانہ اپنے اوپر دم کیا کریں اور سوچا کریں کہ جس وقت پہلی شرط پر دستخط کئے تھے میں اس وقت مسلمان تھا یا اب اجماع اور اجتہاد کو مان کر مسلمان ہوا ہوں۔ مولانا اوکاڑویؒ کے تو اس شرائط نامہ پر دستخط بھی نہیں مگر جناب تو دستخط کر کے بھاگے ہیں اور تسلیم کر لیا ہے کہ قرآن و حدیث کا مطالبہ بکواس اور خود ساختہ مطالبہ ہے جس کا اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کہیں وجود نہیں۔

مسلك کی تبدیلی

علی زئی کہتے: "بہت سے لوگ اہلحدیث ہو گئے۔" (تعاقب، صفحہ ۲۲) علی زئی صاحب بات پوری نہیں کرتے ہم خالی جگہ پر کر دیتے ہیں کہ بہت سے لوگ اہلحدیث ہو گئے۔ ہم قرآن وحدیث کی شرط سے انکار کرنے بلکہ بکواس کہہ کر اہلحدیث سے خارج ہو گئے اور نئے اہلحدیثوں سمیت تمام اہلحدیثوں کو اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ سے نکال دیا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

پھر مسلك کی تبدیلی حق ہونے کی دلیل کیسے، پہلی شرط تو جناب نے قرآن وحدیث لکھی تھی اب یہ پانچ آدمیوں کے نام آپ نے تحریر کئے ہیں ان کو آپ قرآن مانتے ہیں یا حدیث؟ کیا غیر مقلد اگر مرزائی یا منکر حدیث بن جائیں تو یہ مرزائیت یا انکار حدیث کے حق ہونے کی دلیل ہے؟ آپ تو مناظرہ کے بعد ایسے حواس باختہ ہو گئے کہ قرآن وحدیث کے بعد اجماع اور اجتہاد کو تو دلیل مجبوراً ماننا پڑا تھا اب پانچ غیر مقلد جاہل بھی مستقل دلیل بن گئے، وہ تو بنے یا نہیں مگر آپ نے اپنی حقانیت کی دلیل بنا کر شرک فی التوحید یا شرک فی الرسالہ کا ارتکاب کر لیا ہے۔

ان کی تعداد کتنی ہے؟

صفحہ ۲۲-۲۳ پر علی زئی نے مسلك بدلنے والوں کی تعداد پانچ لکھی ہے جبکہ صفحہ ۱۱ پر نوٹسٹ نمبر ۳ پر تین نام لکھ کر چوتھا عدد خالی ڈالا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر بصارت اور بصیرت سے محروم نہ کیا ہو تو ہر شخص ضرور سوچے گا کہ ۹۵ء میں تین دستخطوں کے بعد ۲۰۰۰ء میں دو آدمیوں کے نام کیسے بڑھ گئے؟

مسلك تبدیل کیوں کیا؟

یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ مناظرہ تو ہوا ہی نہیں ان لوگوں نے کس دلیل سے مسلك تبدیل کر لیا؟ کیا قرآن وحدیث کے مطالبہ کو بکواس کہنا ان کو پسند آیا؟ یا المسلمون علی شروطہم والی کوئی آیت یا حدیث انہیں مل گئی تھی حالانکہ غلط شرط اور متضاد شرائط نہ شرعاً واجب القبول ہیں نہ عقلاً، بخاری شریف میں حدود میں شروط کے حلال نہ ہونے کا باب باندھا ہے۔ اسی طرح حضرت **بریرہ** کے ولاء کے اوّل مالک کے لئے شرط لگانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ناراض ہونا اور اعلان کرنا کہ جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے۔ (بخاری، جلد ۱، باب الشروط والولاء) تو قرآن پاک سے جب اجماع اور اجتہاد خود علی زئی نے مان لیا تو پہلی شرط قرآن کے مخالف ہو کر باطل ہو گئی، اس باطل شرط کی وجہ سے اگر کوئی غیر مقلد ہو جائے تو اس کا سبب اس کا قرآن وسنت سے جاہل ہونا ہے جو کسی عقلمند کے نزدیک قابل استدلال نہیں۔ میں پورے شرح صدر سے کہتا ہوں کہ یہ پانچوں شخص دلائل شرعیہ سے قطعاً ناواقف ہیں۔ اہلحدیث تو کیا وہ حدیث کے مفہوم اور اس کی اقسام سے بھی ناواقف ہیں۔ مناظرہ میں طے شدہ مسائل میں سے کسی مسئلہ کے بارہ میں ان کی تحقیق نہیں۔ حضرت اوکاڑویؒ کے اس مناظرہ کے لئے کئے گئے سوالات کا آج یہ پانچوں شخص جواب دیں تو ہم سمجھ جائیں گے کہ یہ لوگ تحقیق کے بعد اپنے مذہب سے پھرے ہیں۔ مثلاً لاڑکانہ کے مناظرہ میں غیر مقلدین نے نماز کے صرف تین مسائل کا انتخاب کیا: (۱) قراءۃ خلف الامام، (۲) آمین، (۳) رفع یدین، تو ان تین مسائل کا انتخاب دلیل سے کیا یا رائے سے جبکہ غیر مقلدین کا دعویٰ یہ ہے کہ احناف کی ساری نماز خلاف حدیث ہے تو پوری نماز پر مناظرہ طے ہونا چاہئے تھا نہ کہ صرف تین مسائل پر۔ کیا لاڑکانہ کے غیر مقلدین ان تین مسائل کے علاوہ حنفیوں کی باقی نماز کو سنت کے مطابق مانتے ہیں؟ یا وہ سمجھتے ہیں کہ قیامت میں صرف ان تین مسلوں کا اللہ

تعالیٰ نے حساب لینا ہے، باقی نماز کا حساب نہیں لینا؟ پھر تینوں مسائل پر غیر مقلدین کو اپنے پورے عمل کے ثابت کرنے کا کہا گیا تھا۔ مثلاً قراءۃ خلف الامام کے بارہ میں غیر مقلدین جہری نمازوں میں ۱۳ سورتیں پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ساری جماعت کے لئے ایک اذان، ایک اقامت، ایک سترہ اور جمعہ کا ایک خطبہ کافی ہے۔ نیز فاتحہ کے علاوہ ۱۳ سورتیں امام کی پڑھی ہوئی مقتدیوں کے لئے کافی ہیں مگر سورہ فاتحہ امام کی پڑھی ہوئی مقتدی کے لئے کافی نہیں، خود ہر مقتدی کو پڑھنا فرض ہے ورنہ اس کی نماز باطل و بے کار ہوگی اور جن نمازوں میں امام اقراءۃ آہستہ کرتا ہے (ظہر و عصر) ان میں مقتدی پر فاتحہ فرض اور سورہ پڑھنا مستحب ہے۔ اس مسئلہ کو اسی تفصیل کے ساتھ غیر مقلد پہلے قرآن سے ثابت کرے، اگر قرآن سے ثابت نہ کر سکے تو لکھ کر دے گا کہ قرآن ہمارے سر پر ہاتھ رکھنے کے لئے تیار نہیں۔ دوسرے نمبر پر یہ مکمل مسئلہ حدیث کی ایسی کتاب سے ثابت کرے گا جس کا لکھنے والا اجتہاد کو کارِ شیطان اور تقلید کو شرک کہتا ہو، اسی طرح اس کی سند کے تمام راوی غیر مقلد ہوں کیونکہ کارِ شیطان (اجتہاد) کرنے والا اور مشرک (مقلد) جس سند میں ہو وہ سند کبھی صحیح نہیں ہو سکتی۔ پھر راویوں پر جرح و تعدیل بھی دلیل (قرآن و سنت) سے ہوا، اُمّتیوں کے اقوال ذکر کر کے مشرک نہ بنیں اور متن حدیث بھی متعارض محتمل یا مجمل نہ ہو، اگر متعارض ہو تو رفع تعارض ترجیح یا تطبیق اور مختلف معانی کے احتمال کی صورت میں تعین احتمال اور مجمل کی تفصیل بھی دلیل سے ہو جو غیر مقلدین کے نزدیک کتاب و سنت ہے۔

مسئلہ آئین کے بارہ میں

اسی طرح مسئلہ آئین کے بارہ میں غیر مقلدین کا عمل یہ ہے کہ اکیلا نماز پڑھنے والا تمام فرض، سنت، نفل نمازوں میں آئین آہستہ کہتا ہے اور اس کو دائمی سنت کہتا ہے۔ جماعت کی نماز میں ظہر و عصر کی آٹھ رکعت اور مغرب کی تیسری رکعت اور عشاء کی تیسری اور چوتھی رکعت کل گیارہ رکعات میں ان کے امام اور مقتدی تمام آئین آہستہ کہتے ہیں اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں اور فجر کی دونوں رکعتوں کل چھ رکعات میں یہ آئین بلند آواز سے کہتے ہیں اور اس کو دائمی سنت قرار دیتے ہیں۔ اس عمل کی تفصیلی دلیل مذکورہ بالا طرز پر پیش کریں تو واقعی وہ اہلحدیث ہوں گے ورنہ قرآن و حدیث کا نام لے کر عوام کو دھوکہ میں ڈالنے والے ہوں گے۔

تیسرا مسئلہ رفع یدین ہے

غیر مقلدین رفع یدین کا معنی حدیث سے ثابت کریں۔ بخاری شریف میں خطبہ میں رفع یدین کے ساتھ دُعا کرنا مذکور ہے۔ کیا رکوع سے پہلے اور بعد اسی طرح رفع یدین کرے جیسے دُعا میں کی جاتی ہے اس کی کیفیت کیا ہے؟ ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں یا اپنے چہرے کی طرف یا پیچھے کی طرف، جو کیفیت ہو اس کو حدیث صحیح صریح مرفوع غیر معارض سے ثابت کریں اور اس کا شرعی حکم بھی تحریر کریں کہ ایسی کیفیت اختیار کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب، اگر کوئی اس کیفیت کو چھوڑ دے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ فاسق و فاجر ہے یا نہیں؟ اس کیفیت کے چھوڑنے سے وہ مردود الشہادۃ ہوگا یا نہیں؟ اس پر کوئی حد یا تعزیر قائم کی جائے گی یا نہیں؟ اگر حد ہے تو اس کی مقدار کیا ہے؟

اسی طرح رفع یدین کہاں تک کی جائے گی؟ سینے تک یا کندھوں تک یا کانوں تک یا سر سے اوپر تک۔ (رفع ید یہ مداً) پھر اس مقام تک رفع یدین کرنے کا حکم تفصیلی اور تارک کا حکم اور منکر کا حکم، اسی طرح رفع یدین کس وقت کرنی ہے، اللہ اکبر اور سمع اللہ من حمدہ کے ساتھ یا ان سے پہلے یا ان کے بعد یا جو وقت جی چاہے، مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق تعین وقت کا حکم، تارک اور منکر کا حکم تفصیلی لکھیں، پھر سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہ کرنا اور رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہمیشہ رفع یدین کرنا اور پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں ہمیشہ رفع

یدین کرنا اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں کبھی رفع یدین نہ کرنا بھی حدیث صحیح صریح مرفوع غیر معارض سے پیش کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس اختلافی رفع یدین کو مستحب، صادق سیالکوٹی نے سنت اور طالب الرحمن اور خالد گر جاکھی نے رکنیت کا قول بھی نقل کیا ہے، ان میں سے کون سا مسلک حدیث کے موافق ہے اور کون سا حدیث کے خلاف ہے..... اگر غیر مقلد ہونے والے ان تمام سوالات کے جوابات حدیث سے دے سکتے ہیں تو واقعہً وہ اہلحدیث بن گئے ہوں گے اور اگر ان مسائل پر تفصیلی طور پر حدیث پیش نہیں کر سکے تو ان کو اہلحدیث کہنا ایسے ہی ہوگا جیسے جاہل کو علامہ صاحب اور مرلیض کو ڈاکٹر صاحب اور ابجد ناشناس کو جج صاحب کہنا۔ ہر آدمی سمجھتا ہے کہ یہ حدیث کی توہین ہے۔ نیز محدثین پر ظلم ہے کہ ان کا باعزت علمی لقب جاہل کو دے دیا جائے۔

علی زئی صاحب! اگر ان غیر مقلد بننے والوں کے پاس احادیث نہیں ہیں اور قطعاً نہیں ہیں تو آپ ان کو اہلحدیث کہہ کر حدیث کی توہین نہ کریں۔ ہاں یہ کہیں کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید چھوڑ کر ہمارے اندھے مقلد بن گئے ہیں۔ پہلے وہ اپنے آپ کو جاہل سمجھتے تھے، کسی عالم سے مسئلہ پوچھ لیتے تھے اب ایسے جاہل بن گئے ہیں کہ اپنے آپ کو ائمہ مجتہدین سے بھی بڑا سمجھتے ہیں اور کسی سے مسئلہ پوچھنا تو دور کی بات ہے اس سے پہلے ان کو جھوٹ بولنے کی عادت نہیں تھی اب بات بات پر قرآن و سنت کا نام لے کر جھوٹ بولتے ہیں۔ اپنے اور اپنے جاہل مولوی کے فیصلہ کو خدا اور رسول کا فیصلہ کہتے ہیں۔ پہلے فقہ حنفی کے مسئلہ کو وہ امام ابوحنیفہؒ کا فیصلہ مانتے تھے اب جاہل غیر مقلدوں کو خدا اور رسول کا درجہ دے کر شرک فی التوحید اور شرک فی الرسالة کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ذرا سوچو کہ اکاڑی کلچر کی تردید کرتے کرتے ایمان بھی چلا جائے تو اس کی پرواہ نہیں ہے۔ خدا را دوسروں پر نہیں تو اپنے اوپر ہی رحم کرو۔

ضروری نوٹ

غیر مقلدین چونکہ عوام کو یہی دھوکہ دیتے ہیں کہ ہمارا ہر مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور مقلد امام کو مانتا ہے قرآن و حدیث کو نہیں مانتا اس لئے غیر مقلد سے ہر مسئلہ پر حدیث کا مطالبہ کیا جاتا ہے تاکہ عوام پر واضح ہو جائے کہ کتنے مسائل میں یہ امتیوں کے اقوال لیتے ہیں۔ ہم فقہ کو مانتے ہیں جس کی بنیاد علی الترتیب قرآن، سنت، اجماع اور قیاس مجتہد پر ہے اور پھر فقہی اقوال کی ہمارے ہاں تین قسمیں ہیں:..... (۱) ظاہر الروایۃ، (۲) نوادر، (۳) الحوادث والواقعات۔ ظاہر الروایت جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، مبسوط اور زیادات میں جو امام ابوحنیفہؒ یا قاضی صاحبؒ یا امام محمدؒ سے جو مسائل منقول ہیں انہیں ائمہ کرام سے جو ان کتب کے علاوہ کتب میں اقوال منقول ہیں وہ نوادر ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے اصول کے مطابق جو بعد والے فقہاء نے نئے مسائل کے جو احکام بیان کئے ان کو حوادث والواقعات یا فتاویٰ کہتے ہیں، ان میں سے جو قول بھی مفتی بہ ہوگا وہ ہمارے ہاں حجت ہے۔ ہم سے اگر کسی نے سوال کرنا ہے تو ہمارے ان اصولوں کے مطابق کرے، کیونکہ صحیح سوال وہی ہوتا ہے جو مدعی کے دعویٰ کے مطابق ہو، اس لئے ہم سے سوال پر حدیث کا مطالبہ کرنا ہی غلط ہے جیسے کوئی منکر حدیث غیر مقلد سے ہر بات پر قرآن کی آیت کا مطالبہ کرے تو یہ مطالبہ غیر مقلد کے دعویٰ قرآن حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔

ساتویں بات تقلید اور روافض

تقلید اور روافض کے عنوان سے علی زئی کہتا ہے کہ اس (لاڑکانہ کے مناظرہ) کا ذکر ماسٹر امین نے تجلیات صفدر، جلد ۱، صفحہ ۱۰۳ میں ذکر کیا ہے مگر جھوٹ بولنے کے مقابلے میں اپنے رافضی بھائیوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ دیوبندیوں کے نزدیک تقلید واجب ہے، اسی طرح ان کے بھائیوں رافضیوں کے نزدیک بھی تقلید واجب ہے۔ اس بنیادی عقیدہ میں دونوں متفق ہیں۔ (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۲۳)

الجواب:

علی زئی نے تجلیات سے کسی جھوٹ کو ذکر نہیں کیا۔ قارئین کرام تجلیات کو پڑھ کر خود فیصلہ فرما سکتے ہیں، پھر علی زئی اپنے مد مقابل سے تو مطالبہ کرتا ہے کہ جواب میں میری عبارت کو متن بنا کر اگر جواب دو گے تو جواب ہوگا ورنہ نہیں مگر یہاں مولانا اوکاڑوی مرحوم پر بہتان لگایا اور کوئی جھوٹ ثابت نہیں کر سکا۔ اب علی زئی کی اس بات کو پڑھ کر بلا دلیل ماننے والے علی زئی کے مقلد ہوں گے اور ابھی انہوں نے تقلید کو رافض کہا ہے اس طرح وہ سارے رافضی بن جائیں گے۔

رافضی اور حنفی میں زمین و آسمان کا فرق ہے

وہ اپنے اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں جیسا کہ غیر مقلد کہتا ہے کہ ہم امام اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں جو معصوم ہیں اور امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ ثلاثہؒ معصوم نہیں۔ ہم (احناف) ائمہ مجتہدین کو معصوم نہیں کہتے اور نہ ہی مطعون کہتے ہیں بلکہ بخاری شریف کی حدیث کے مطابق اجتہاد درست ہونے کی صورت میں ان کے لئے دواجر اور خطا کی صورت میں ایک اجر مانتے ہیں۔ ہمارے ہاں ائمہ اربعہ کا مجتہد ہونا اجماع والی دلیل شرعی سے ثابت ہے اور ان کا مذہب مدون ہونا اور پھر فقہ حنفی کا ہم تک تو اتر سے پہنچنا یہ نصف النہار کے سورج کی طرح واضح ہے۔ علی زئی صاحب شیعہ مصنفین کلینی، طبرسی، ملا باقر وغیرہ اہل تشیع کا مجتہد ہونا دلیل شرعی سے ثابت کر دیں اور فقہ جعفریہ کا امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے اتصال ثابت کر دیں تو وہ سچے ہوں گے ورنہ علی زئی کی اس بات کو بلا دلیل ماننے والے اہل حدیث نہیں بلکہ بقول علی زئی وہ بھی رافضی ہوں گے۔ ویسے اگر الحمد للہ کھلانے والوں میں کوئی ذرہ برابر انصاف ہے تو علی زئی سے کم از کم میرے یاد کرانے پر ہی سوال کر لیں گے کہ سعودیہ والے جنبی بھی امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد ہیں۔ کیا وہ بھی تقلید کی وجہ سے رافضی ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کھل کر اعلان کریں اور اگر نہیں تو وجہ فرق بیان کریں۔

رافضی اور غیر مقلد کا باہمی ربط

رافضی اور غیر مقلد کا باہمی ربط بہت قوی ہے جو علی زئی ہزار ہا کوشش کے باوجود چھپا نہیں سکتے۔ مثلاً:

- ۱..... خلفائے راشدینؓ کی وہی سنت اختیار اختیار کی جاسکتی ہے جو سنت نبوی کے خلاف نہ ہو۔ (اہل حدیث، ذوالحجہ ۱۴۲۶، لاہور، صفحہ ۵)
- ۲..... نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں جو روایت صحابی پر مؤقف ہو حجت نہیں۔ (الروضۃ الندیہ، صفحہ ۷۷، جلد ۱) قول صحابی حجت نہیں۔ (الروضۃ الندیہ، صفحہ ۲۵۴، جلد ۱، ایضاً صفحہ ۲۹، جلد ۲)

۳..... نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں کہ:..... "ہر چند قرآن سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ مغیرہؓ بدکاری کے مرتکب ہوئے مگر چونکہ شرع کا

حکم یہ ہے کہ جب تک چاروں گواہ دخول کو اس طرح نہ دیکھیں جیسے سلائی سرمہ دانی میں جاتی ہے اس وقت تک زنا کی حد نہیں لگ سکتی۔ " پھر چند سطر بعد لکھتے ہیں مغیرہ نے اس سے بڑھ کر سخت ظلم اور بیدادیاں کی ہیں اور معاویہ کی حکومت میں صد ہا آدمیوں کو ستایا اور ایذا میں دی ہیں۔ " (لغات الحدیث، مادہ ج صفحہ ۷۵) نیز لکھتے ہیں: "..... ابو سفیان اور معاویہ اور عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب کے علاوہ باقی صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے۔ (کنز الحقائق، صفحہ ۲۳۴)

۴..... نواب نور الحسن نے عرف الجادی میں لکھا ہے قول صحابی حجت نہیں۔ (صفحہ ۳۸، ۱۰۱) نیز فرماتے ہیں، ابن عباسؓ کے قول میں کسی بندہ پر حجت نہیں، اللہ ابن عباسؓ پر رحم کرے کہ انہوں نے حج کے کسی بھی فعل کے چھوڑنے پر قربانی واجب کر کے دین کے راستہ کو تنگ کر دیا ہے۔ (عرف الجادی، صفحہ ۱۰۰) نیز نواب نور الحسن صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ (وار حکم) میں نصب وجر کی قراءۃ پاؤں کے دھونے اور اس کے مسح ہر دو کا فائدہ دیتی ہے اور ہر ایک کے قائلین نے اس بارہ میں بہت بے راہ روی کی ہے حالانکہ قرآن پاک کا مفہوم پاؤں کا اکیلے دھونا اور اکیلے مسح کرنا دونوں ہیں۔ (عرف الجادی، صفحہ ۱۲) اسی طرح فرماتے ہیں کہ اذان میں حی علی خیر العمل کا مسئلہ اتنا سخت نہیں کیونکہ مسئلہ اجتہادی ظنی ہے منکر و مثبت میں سے کسی پر انکار نہیں۔ (عرف الجادی، صفحہ ۲۴) نواب وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں ہمارے بعض (غیر مقلدین) نے نکاح متعہ کے بارہ میں اختلاف کیا ہے۔ پس اس کو جائز قرار دیا ہے اس لئے کہ یہ شریعت میں جائز ثابت تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا:..... فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن اور ابی بن کعبؓ اور ابن مسعودؓ کی قراءۃ میں فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمى کے الفاظ صراحتہ متعہ کے مباح ہونے پر دلالت کرتے ہیں تو اس کی اباحت قطعی ہے کیونکہ اس پر اجماع منعقد ہے اور حرمت ظنی ہے اور ظنی سے یقینی حکم ختم نہیں ہوتا۔

پھر جمہور کا جواب لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ جواب درست نہیں اس لئے کہ جمہور جن روایتوں سے حرمت متعہ کا استدلال کرتے ہیں وہ دونوں مکی ہیں حالانکہ متعہ ان دو آیتوں کے بعد بھی بالاتفاق حلال رہا ہے تو معلوم ہوا کہ مذکورہ آیتیں متعہ کی حرمت پر دلالت نہیں کرتیں اور اگر ہم فرض کر لیں تو متعہ کے حلال کرنے والی احادیث امر زائد کی مثبت ہیں اور کتاب اللہ پر خبر مشہور سے زیادتی جائز ہے۔

خلاصہ یہ کہ:

متعہ کی حرمت اشکال سے خالی نہیں اور اس کے حلال ہونے کا شبہ ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ (نزل الابرار، صفحہ ۳۴، جلد ۳)

۵..... محمد جو ناگڑھی لکھتا ہے کہ کون ہے جو نہیں مانتا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ جو روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کریں جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہنچائیں اس میں وہ یقیناً اور قطعاً سچے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ روایت کی طرح ان کی درایت ہم پر واجب التعمیل نہیں، بہت ممکن ہے کہ وہ درست نہ ہو۔ اس کے بعد سرخی لگائی ہے کہ "حضرت عمر فاروقؓ کی سمجھ کا معتبر نہ ہونا" اور صلح حدیبیہ کا قصہ ذکر کر کے لکھا ہے درایت عمر صحیح نہ تھی اس کے بعد سرخی قائم کی ہے صحابہ کی درایت معتبر نہیں اور ان کی بعض اجتہادی خطاؤں کا ذکر کیا ہے۔ (شیع محمدی، صفحہ ۱۱)

یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے بعض جزوی نبوی فیصلے ذکر کر کے منکرین حدیث کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی درایت حجت نہیں۔ قارئین کرام! انہی وجوہ کی بنا پر حضرت قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی متوفی ۱۳۱۴ھ نے ۱۲۹۸ء میں ان کے خلاف ایک رسالہ کشف الحجاب لکھا جس میں فرماتے ہیں جو مکائد رافضی بنانے کے تحفہ اثنا عشری میں مرقوم ہیں، اکثر کو یہ لوگ استعمال کرتے ہیں۔

ناظرین تحفہ پر ظاہر ہے جیسا کہ کلیات روافض سے ہے تو ہیں تقلید مذاہب اربعہ، وانکار تراویح و حکم ارتداد عائشہؓ و تجہیل صحابہ کرامؓ و فتویٰ دینا ایرانیوں کا واسطے جہاد کے اہل توران پر، و خطبہ، جمعہ و عیدین میں سے صحابہ کرامؓ کا نکال دینا اور اپنے تئیں مانند روافض کے محرمی کہنا اور دین محمدی کو مذہب محمدی قرار دینا اور معانی متشابہات قرآنی کو عوام کی تکرار میں ڈالنا اور ان کو اس ذریعے سے بہکانا اور جب غلبہ اہل سنت کا دیکھیں تو فوراً تقیہ کر کے اہل سنت و جماعت بلکہ حنفی بن جانا اور جھوٹی قسم اپنے اہل سنت ہونے پر کھانا پھر جب وقت آنے نکل جانا پھر اپنا جال تزدیر کا عمل بالحدیث کے پردے میں پھیلانا۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۲۸)

پھر فرماتے ہیں یہ لوگ متقی رافضی بغرض اغوائے اہل سنت کے اہل سنت بنے ہوئے ہیں۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۲۹) نیز حضرت قاری صاحب رافضیوں کے مکائد میں شرکت کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ (شیعوں) کی طرح سیدنذر حسین صاحب اور حفیظ اللہ خان صاحب کبھی کبھی مسئلہ پوچھنے کو یا کوئی لفظ جلالین کا پوچھنے کو جاتے تھے خدمت میں جناب مولانا اسحق صاحب قدس سرہ کی اور بوقت ہجرت میاں صاحب (شاہ اسحق صاحب) کے ایک ایک حدیث پانچ چھ کتابوں کی میاں صاحب کو سنا کر ایک پرچہ بطور سند کے لے لیا اور حفیظ اللہ خان صاحب کو تو یہ بھی نصیب نہیں ہوا پھر قطب صاحب میں سیدنذر صاحب نے اپنے خسر کے پردے میں خلافت و جانشینی کی درخواست کی جواب سخت سن کے ناامید ہوئے اور بحضور حضرت میاں صاحب کے اپنے تئیں حنفی مذہب جتاتے رہے اور ابوحنیفہ کی طرف سے جواب دینے میں گرمی سے کف منہ میں آتا تھا پھر بعد ہجرت جناب میاں صاحب کے جو دہلی خالی پائی آپ محدث بن بیٹھے اور امام لامدہبوں کے ہو کر احادیث موضوعہ مؤولہ اور منسوخہ کو رواج دے کر ایسی سڑک رافضی بنانے کی نکال دی کہ روح عبداللہ بن سباء کی بھی ان پر آفرین کہتی ہے اور غلط اپنے تئیں میاں صاحب کا شاگرد کہہ کر خلق کو بہکاتے ہیں۔ میاں صاحب تو ان لوگوں کو ضال اور مضل کہتے تھے ان کی امامت جائز نہیں کہتے تھے۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۳۱، ۳۲)

نیز فرماتے ہیں (شیعوں کی طرح) یہ لوگ چند تقریریں ملمع کی یاد کر کے مانند لشکر جنات کے شہروں اور قریات میں پھرتے ہیں بہکاتے ہوئے، اور ہر جگہ یہ کہتے ہیں کہ فلاں شہر میں ہم گئے کسی نے ہمارا مقابلہ نہ کیا اور اگر کسی مسلمان سے مقابلہ ہوا تو ذلت اور خواری اٹھا کر وہاں سے بھاگے اور مشہور کیا کہ ہم وہاں کے سب علماء کو الزام دے آئے باوجودیکہ اہل علم ایک بھی نہ تھا (کشف الحجاب، صفحہ ۳۲، ۳۳)

نیز حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں، یہ بھی ان کا قاعدہ ہے کہ جو شخص ائمہ پر تبرا اور صحابہ کی کم علمی کا دعویٰ کرنے لگے اس کو خطاب مولوی کا دیتے ہیں اور مسائل پر اس کی مہر ہونے لگتی ہے۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۳۳) نیز حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں، (روافض کی طرح) یہ لوگ دباؤ کے وقت شافعی بن جاتے ہیں اور احادیث ضعیفہ منسوخہ مؤولہ سے استدلال پکڑتے ہیں تا (تا کہ) بطلان چاروں مذہبوں کا ہو جائے اور عوام سڑک رافض کو پکڑ لیں۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۳۳) نیز فرماتے ہیں کہ رافضی طعن کرتے ہیں اہل سنت پر کہ یہ اپنے دین میں اقتداء غیر معصوم کی کرتے ہیں اور غیر معصوم جو اپنی ہدایت پانے پر یقین نہیں رکھتا تو غیر کو کیا ہدایت کرے گا (لہ) عوام کے بہکانے میں لامدہبوں کی لفظ

بلفظ یہی تقریر ہے اب ان کے رافضی ہونے میں کیا شبہ ہے۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۳۲)

نیز فرماتے ہیں کہ اسی طرح (شیعوں کی طرح) یہ لامذہب سب علمائے دیندار کو لامذہب بتاتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ جناب مولانا اسحاق صاحب وعظ میں لامذہبوں کو ضال (گمراہ) مضل (گمراہ کرنے والے) فرماتے تھے اور یہ گمراہ باہر نکل کر کہتے تھے کہ میاں صاحب نے ظاہر میں کہہ دیا ہے والا (ورنہ) مذہب میاں صاحب کا وہی ہے جو ہم کہتے ہیں اور ایسا ہی ایک اور جعل کرتے ہیں کہ سوال کسی مسئلہ کا بنا کر اور اس کا جواب موافق اپنے مطلب کے لکھ کر علمائے سابقین کے نام سے چھپواتے ہیں۔ چنانچہ بعض مسئلے مولانا شاہ عبدالعزیز کے نام سے اور بعض مسئلے مولوی حیدر علی کے نام سے علیٰ ہذا القیاس (اسی طریقہ پر) چھپواتے ہیں تا (کہ) عوام فریب کھاویں اور جانیں کہ یہ علماء بھی لامذہب تھے۔ (کشف، صفحہ ۳۲)

اسی طرح شیعوں کے تقيہ اپنے مذہب کے انکار بلکہ تردید اور محدثین اہل سنت کی خدمت میں تقيہ کے طور پر حاضر ہو کر عوام کو دھوکا دینے کا تذکرہ کر کے قاری صاحب فرماتے ہیں کہ:..... "دیکھو یہ سب باتیں اس کید (فریب) کی سید نذیر حسین صاحب وحفیظ اللہ خان صاحب و مولوی عبدالحق صاحب بنارس پر برابر صادق ہیں، پہلے خدمت مولانا اسحاق صاحب کی میں معتقدانہ حاضر ہوتے تھے اور اپنے تئیں پکا اہل سنت ظاہر کرتے تھے اور جو کوئی ابوحنیفہ پر طعن کرتا قرآن وحدیث سے جواب دینے کا دعویٰ کرتے اور غصے کے مارے منہ میں کف آجاتا تا کہ آدمی ہم کو اہل سنت حنفی مذہب متقی شاگرد میاں (اسحاق) صاحب کا خیال کریں اور معتقد ہو جاویں جب یہ اعتقاد آدمیوں کے ذہن میں جماد یا بعد ہجرت جناب مغفور کے اور دہلی کے خالی ہونے کے علم سے بتدریج اپنا مذہب رواج دینا شروع کیا پر تقيہ نہ چھوڑا اور آہستہ آہستہ عوام کو رافضی کی سڑک پر ڈال دیا اور قرآن وحدیث سے عوام کا دل پھیر دیا، عمل بالحدیث کے پردے میں صدہا آیات اور احادیث کو رد کر دیا۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۳۵)

اسی طرح فرماتے ہیں کہ شیعہ بعض روایات موافق اپنے مذہب کے ایسی کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ اس کے مصنف کو آدمی اہل سنت خیال کرتے ہوں باوجودیکہ وہ اہل سنت نہیں ہے۔ ایسا ہی اس فرقے کے مغوی (اغوا کرنے والے) لوگ اپنی تحریرات مضللہ (گمراہ کن تحریرات) میں اقوال محلی بن حزم کے اور اقوال شوکانی قاضی زید یحییٰ بن کے اور اقوال دراسات اللیب وغیرہم کے نقل کرتے ہیں اور پہلے ان خلاف مذہبوں کی بہت تعریف کر کے عوام کے ذہن میں ان کا اعتقاد جمادیتے ہیں اور ایسا ہی قول ائمہ اہل سنت کا کہ جب حدیث ملے تو ہمارے قول کو نہ مانو، تو اس کلمہ حق کو اپنے مذہب باطل پر جماتے ہیں باوجودیکہ یہ قول ائمہ کا اپنے شاگردان مجتہدین کو تھا نہ کنجڑے بھٹیاریے اوباش دہلی کو کیونکر یہ کہیں، حالانکہ جو قول ان کا صریح قرآن وحدیث میں نہ ہو اور اس کے مضمون کا حکم بھی صریح نہ ہو تو وہ قول ماخوذ قرآن سے یا حدیث سے یا اقوال صحابہ سے ہوگا۔ ایسے قول کو کس طرح کہیں گے عوام کو کہ تم رد کردو صحابہ تابعین وتابعین کی تقلید کو۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۳۵)

نیز فرماتے ہیں اسی طرح ایک کتاب ظفر المبین میں صحابہ کی ناواقفی احادیث نبوی سے اور مخالفت ابوحنیفہ کی نصوص سے زور و شور سے لکھی ہے اور مولوی نذیر حسین صاحب نے سید محمد مجتہد شیعہ سے بذریعہ خط مطاعن ابوحنیفہ کے طلب کئے اور ہمت آپ کی بالکل طرف مطاعن ائمہ فقہاء اور تجہیلات صحابہ (یعنی صحابہ کرام کو جاہل کہنے) کی طرف مصروف ہے۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۳۳)

نیز فرماتے ہیں مولوی نذیر حسین صاحب کے شیعہ ہونے میں شبہ نہیں۔ (ایضاً، صفحہ ۳۳) نیز فرماتے ہیں مولوی عبدالحق بنارس کا فتویٰ جواز متعہ کا میرے پاس موجود ہے۔ مولوی عبدالحق نے برملا کہا کہ عائشہ علی سے لڑی اگر تو بہ نہ کی ہوگی تو مرتد مری اور یہ بھی دوسری مجلس میں کہا کہ صحابہ کا علم ہم سے کم تھا، ان کو ہر ایک کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں ہم کو ان سب حدیثیں یاد ہیں۔ (ایضاً، صفحہ ۴۶)

قارئین کرام! یہ صرف شاہ اسحق صاحب کے شاگرد قاری عبدالرحمن صاحب کی رائے نہیں بلکہ مولوی عبدالاحد خانپوری غیر مقلد کا بیان بھی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:..... "اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقتِ ماجاء بہ الرسول سے جاہل ہیں وہ اس صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ و روافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و نفاق کی تھے اور مدخل ملاحدہ اور زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع کے۔ (کتاب التوحید والسنۃ، صفحہ ۲۶۳)

اب قارئین کرام انصاف کریں کہ حنفیت کا رافضیوں سے جوڑ ہے یا غیر مقلدین کا۔ اس وقت علاقے کے عرف میں "مُقلد" ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کرنے والے کو کہتے ہیں اور ائمہ اربعہ کی تقلید نہ کرنے والوں کو غیر مقلد کہتے ہیں۔ اب علی زئی صاحب دو لفظوں میں جواب دیں کہ رافضی ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں اگر کرتے ہیں تو دلیل دیں اور اگر نہیں کرتے تو پھر غیر مقلد ہیں کیونکہ جس طرح دو نقیضیں جمع نہیں ہو سکتیں اسی طرح بیک وقت اُٹھ بھی نہیں سکتیں۔

آٹھویں بات

اس میں داڑھی منڈا دیو بندی مولوی کے عنوان کے تحت داڑھی رکھنے کا فتویٰ سنانے کو کہا ہے۔ ہم بتاتے ہیں کہ داڑھی منڈانا گناہ کبیرہ ہے، اگر دیو بندی منڈوائے یا کٹائے تو بھی ناجائز ہے اور اگر صدیق حسن خان یا احسان الہی ظہیر مشیت سے کم کٹائے تو بھی ناجائز ہے۔ باقی نور العینین کا جواب حضرت اوکاڑوی دے چکے ہیں۔ (تجلیات صفدر، مکتبہ امدادیہ، جلد ۲ میں ملاحظہ فرمائیں)

اس وقت بندہ کے پیش نظر نور العینین کا تیسرا ایڈیشن ہے جس پر تاریخ طبع مارچ ۲۰۰۴ء ہے۔ اس نور العینین کے آخر میں حدیث اور اہل حدیث کے جواب کا خلاصہ بھی ہے اور کتاب کے اندر طبعہ آرٹ کی تاریخ زیر علی زئی کے دستخطوں کے ساتھ ۲۰۰۳ء/۸/۱ ہے۔ مولانا اوکاڑوی نے ۱۴۱۴ھ میں زیر علی زئی کے نام کھلا خط اس کے جواب میں لکھوا دیا تھا۔

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ تقریباً بارہ سال پہلے جس کتاب پر اعتراض کر دیئے گئے اس کی طبع اولیٰ کی ۲۰۰۳ء تاریخ ظاہر کرنا کتنا بڑا دھوکہ ہے اور عجیب بات یہ بھی ہے کہ اس مطبوعہ نسخہ پر عبداللہ دامانوی کا مقدمہ یکم محرم ۱۴۱۱ھ کا لکھا ہے، یعنی آج سے تقریباً ۱۶ سال پہلے کا جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ۲۰۰۳ء سے پہلے یہ کتاب طبع ہوئی۔ اس طبع کو اس لئے چھپایا جا رہا ہے کہ اس پر اعتراض واقع ہوئے تھے۔ مولانا اوکاڑوی نے یہ گرفت کروائی تھی کہ علی زئی نے حدیث کی تصحیح و تضعیف کو الہامی لکھا ہے اور الہام کوئی دلیل شرعی نہیں۔ اس ایڈیشن سے یہ بات نکال دی گئی ہے۔ اس ایڈیشن میں بھی حسب سابق دلائل تین لکھے ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع۔ (صفحہ ۱۶۲-۱۶۵)

زیر صاحب اس مسئلہ میں قرآن پیش نہیں کر سکے احادیث متعارضہ ذکر کی ہیں ان میں رفع تعارض ان تین دلیلوں میں سے کسی سے نہیں کیا۔ کل ابتداء میں نو^(۹) روایات ذکر کی ہیں، ان میں پورا مسئلہ نہیں، دوام اور سنت اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں دائمی نفی کہ حضور علیہ السلام نے یہاں کبھی رفع یدین نہیں کی اس کو چھیڑا نہیں، سجدوں کی رفع یدین کی روایات پر ان تین دلیلوں سے جرح نہیں کی۔ البتہ ہر روایت کے بعد اسناد من پسند اکٹھی کی ہیں، ان میں بھی جو مخالف اسناد تھیں ان کو چھوڑ دیا ہے اگر کوئی کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اسناد اکٹھی کرے اور عوام پر اسناد کا رعب ڈالے تو اس کو کوئی غیر مقلد بھی عملاً قبول نہیں کرے گا، جو تے سمیت نماز پڑھنا اس کی اسناد علی زئی کی اسنادی نقوشوں سے زائد بن

جائیں گی لیکن متواتر عمل کے خلاف اس کو شرارت کہا جائے گا نہ کہ تحقیق، اسی طرح ترکِ رفعِ یدین متواتر عمل ہے اس کے خلاف یہ محنت ایسے ہی ہے جیسے متواتر قرآن کے خلاف شاذ قراءتوں کی سندوں کے نقشے آج پیش کرنے شروع کر دیئے جائیں تو یقیناً عوام متواتر قرآن کو نہیں چھوڑیں گے، اسی طرح متواتر نماز کے خلاف یہ ایک خطرناک سازش ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین!

تکمیلہ نمبر ۹

قارئین کرام! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح پیشین گوئی تھی کہ آخر زمانہ میں بہت دجال اور کذاب پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسے مضامین کی احادیث لے کر آئیں گے جن کو نہ تم نے اور نہ تمہارے آباؤ اجداد نے سنا ہوگا۔ خود کو تم ان کے پاس جانے سے بچانا اور ان کو اپنے پاس نہ آنے دینا وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، وہ تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں۔ (مسلم، صفحہ ۱۰)

نور العینین اسی پیشین گوئی کا مصداق ہے کہ اس میں متروک عمل والی روایات کو ذکر کیا گیا ہے اور ترکِ رفعِ یدین جو متواتر ہے اس کی روایات پر جرح کی گئی ہے جیسا کہ علی زئی کہتا ہے کہ: "اس (رفعِ یدین) کے خلاف کسی ایک بھی صحیح یا حسن حدیث میں ترکِ رفعِ یدین باصراحت نہیں، لہذا مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ نماز میں رفعِ یدین کریں۔" (نور العینین، صفحہ ۱۴۴)

☆ اپنی ہر دلیل میں دجل تو ثابت ہے کہ پورا دعویٰ نہیں، اسی طرح ہر غیر مقلد دجل کرتا ہے اور واضح طور پر رفعِ یدین کا حکم نہیں لکھتا، کوئی اس کو مستحب، کوئی سنت، کوئی فرض کہتا ہے۔ خود علی زئی جو ۱۹۷۲ء کے بعد غیر مقلد بنا ہے ابھی تک متردد ہے، کہیں اس کو مبارک سنت کہتا ہے۔ (نور العینین، صفحہ ۳۰) اور کہیں اس کو ضروری اور لازم کہتا ہے۔ (صفحہ ۴۲، ۱۴۵) اس رسالہ کی تقریظ میں ارشاد الحق اثری شاہ اسماعیل شہیدؒ کی طرف منسوب کتاب تنویر العینین کے حوالہ سے اس کو قربت اور عبادت نقل کرتا ہے مگر اس کتاب میں لا یلام تارکہ وان قرک مدة عمره کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ اگر کوئی ساری عمر رفعِ یدین نہ کرے تو اس پر ملامت نہ کی جائے، پھر رفعِ یدین کے مسئلہ میں روایات دو قسم کی ہیں۔ بعض کرنے کی، بعض نہ کرنے کی۔ ان میں رفعِ یدین کرنے نہ کرنے کا فیصلہ حدیث سے ثابت نہیں یہ اجتہادی مسئلہ تھا مجتہدین کا اختلاف ہوا۔ دو بڑے مجتہد امام اعظم ابو حنیفہؒ متوفی ۱۵۰ھ اور امام مالکؒ متوفی ۱۷۹ھ نے رفعِ یدین نہ کرنے والی روایات کو ترجیح دی اور امام شافعیؒ متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبلؒ متوفی ۲۴۱ھ نے اپنے اجتہاد سے رفعِ یدین والی روایات کو ترجیح دی۔

تیرہویں صدی ہجری کے اخیر تک اس مسئلہ کو اجتہادی کہا جاتا تھا۔ حنفی اور مالکی ترکِ رفعِ یدین والی روایات پر عمل کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے اماموں کا اجتہاد ہے اور شوافع اور حنابلہ پر اعتراض نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ بھی اپنے اپنے اماموں کے فیصلے کے پابند تھے۔ مجتہدین کا اس مسئلہ میں اجتہاد کرنا حدیث معاذؓ کے مطابق تھا کہ اگر کتاب و سنت میں فیصلہ نہ ملے تو میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا تو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سرپا رضا بن کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اس اجتہاد میں صواب کی صورت میں دواجر اور خطا کی صورت میں ایک اجر ضرور ملے گا۔ (بخاری) لہذا انگریز کے دور تک اس میں کوئی حق و باطل کا اختلاف نہ تھا، صرف ایک یا دواجر کا جھگڑا تھا، ہر مسلک والا یہ سمجھتا تھا کہ ظن غالب یہ ہے کہ ہمیں دواجر اور دوسرے فریق کو ایک اجر ملے گا اور یہ وہم بھی ہے کہ ہمیں ایک اجر اور دوسرے فریق کو دواجر مل جائیں۔

انگریز کے دور میں غیر مقلدین کا فتنہ پیدا ہوا، انہوں نے اجتہادی کی بجائے اپنی عنادی قوت سے رفع یدین کو ترک رفع یدین پر ترجیح دی اور نااہل ہونے کی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: فاصاب فقد اخطاء اور فالتبوء مقعده من النار (ترمذی، صفحہ ۴۱۹، جلد ۲) یعنی نااہل اگر اپنی رائے سے (مسئلہ بیان کرے یا) قرآن کی تفسیر بیان کرے اگر وہ رائے درست بھی ہو تو وہ خطا کا رہے اور وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے، کا مصداق تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس فیصلہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ قرار دیا۔ تو گویا غیر مقلد علی زئی اگر اس کو سنت رسول ایسی سمجھتا ہے کہ یہ روایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی وجہ سے رائج ہیں اور ترک رفع یدین والی مرجوح ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ دکھائے ورنہ یہ فیصلہ کر کے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ قرار دینا گویا اپنے آپ کو رسول بنانا ہے۔

ہمارا ان سے یہی اختلاف ہے کہ ہر غیر مقلد اپنے آپ کو رسول منوانا چاہتا ہے۔ ہم ان کو رسول ماننے کے لئے تیار نہیں۔ نیز بخاری شریف کی روایت کہ: "حکم بیان کرنے والا صحیح اجتہاد کرے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر اس سے خطا ہو جائے تو بھی ایک اجر ملتا ہے۔" (بخاری، صفحہ ۱۰۹۲) کے مطابق حنفی اور شافعی کو ایک اجر تو ضرور ملے گا دوسرے اجر میں اختلاف ہے کہ حنفی کو ملے گا یا شافعی کو مگر ترمذی شریف کی روایت کہ: "نااہل کی درست رائے بھی غلط اور جہنم میں لے جانے والی ہوتی ہے۔" کے مطابق غیر مقلدین کو اپنی فکر کرنی چاہئے کہ رفع یدین کے بارہ میں ان کا فیصلہ انہیں کہاں لے جا رہا ہے۔ علی زئی نے نور العینین میں جس طرح قرآن و سنت سے رفع یدین کی روایات کو ترک رفع یدین والی روایات پر ترجیح نہیں دی اسی طرح اجماع امت کی وجہ سے بھی ترجیح نہیں دی بلکہ علی زئی نے نور العینین میں ان تینوں دلیلوں کی مخالفت کی ہے قرآن پاک میں متعدد جگہ معروف کا حکم اور منکر سے نہی کا ذکر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ معروف میں نافرمانی نہ کرو۔ (بخاری کتاب الایمان) اور حضرت علیؓ نے بھی فرمایا کہ لوگوں کو وہ مسائل بیان کرو جو معروف ہوں۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کر دی جائے۔ (بخاری باب من خص بالعلم قوما الخ)

اس سے معلوم ہوا کہ غیر معروف اور منکر روایات کی وجہ سے لوگ خدا تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب تک پہنچ جاتے ہیں۔ مسلم شریف، صفحہ ۱۰۱ والی مذکورہ روایت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول ارشاد فرمایا کہ منکر احادیث کی وجہ سے گمراہی اور فتنہ پھیلتا ہے اور معروف احادیث سے گمراہی کا دروازہ بند ہوگا اور ہدایت پھیلے گی۔ ہمیشہ تمام بزرگوں نے بھی اس بات کا لحاظ رکھا کہ معروف عمل کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ یہ بات لکھنے کے بعد کہ:

"رفع یدین کی روایات کے اکثر اور اثبات ہونے کی وجہ سے رفع یدین کرنے والا مجھ کو بہ نسبت رفع یدین نہ کرنے والے کے زیادہ محبوب ہے۔" فرماتے ہیں مگر کسی انسان کے لئے اس جیسی صورتوں میں اپنے شہر کے عوام کا اپنے خلاف فتنہ کھڑا کرنا مناسب نہیں۔ (حجۃ اللہ، صفحہ ۱۰) یعنی عمل معروف کے خلاف اپنا پسندیدہ اجتہاد بھی چھوڑ دینا چاہئے، لیکن غیر مقلدین نے اس قرآن و حدیث اور اجماع کے اصول کے خلاف ۱۸۶۰ء میں امر ترشہ میں رفع یدین کی جو معروف متواتر عمل کے خلاف تھا اور ان علاقوں میں منکر عمل رفع یدین کی احادیث جو کسی نے سنی نہیں تھیں ان کو ذکر کر کے فتنہ کھڑا کر دیا۔ اسی فتنہ کو نور العینین کی شکل میں عوام کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

علی زئی ایک آیت یا ایک حدیث پیش کرے کہ ترک رفع یدین کی روایات کو ذکر نہ کرنا اور رفع یدین کی روایات کو ذکر کرنا پھر روایات کی تصحیح و تضعیف کے محدثین سے چند اصول چوری کئے جو نہ قرآن و سنت سے واضح طور پر ثابت ہیں نہ اجماع سے قرآن پاک نے تو لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم میں اور ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یتنبطونہ

منہم میں فقہاء اور اہل استنباط مجتہدین کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آخری وقت میں صحابہ کرامؓ میں سے زیادہ فقیہ کو مصلی سپرد کیا۔ صحابہ کرامؓ نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ تاریخ بغداد میں ہے کہ فقہاء کی مثال اطباء کی ہے اور محدثین کی مثال پנסاریوں کی ہے اور مسائل میں تمام محدثین نے بھی فقہاء کی اتباع کی ہے اس لئے محدثین میں طبقات حنفیہ، طبقات شافعیہ، طبقات مالکیہ اور طبقات حنبلیہ جیسی کتابیں ملتی ہیں۔ طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب نہیں۔

معلوم ہوا کہ فقہاء کی طرف رجوع کرنا قرآن و سنت اور اجماع کا تقاضا ہے۔ علی زئی نے فقہاء کے اصول معروفہ کو چھوڑ کر محدثین کے اصول کو نور العینین میں ذکر کیا ہے اور کچھ اقوال شوافع یا حنابلہ کے ذکر کئے ہیں جو اجتہادی طور پر بعض احادیث کی تضعیف اور بعض کی تصحیح کرتے ہیں۔ احناف اور مالکیہ کے مفتی بہ اقوال کو نظر انداز کر دیا یہ بھی علی زئی کی نفسانی خواہش ہے۔ ایک آیت یا حدیث ایسی نہیں کہ خدا تعالیٰ یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ حنفی اور مالکی فقہاء، محدثین اور اولیاء کرام کا ذکر تو نور العینین میں نہ کرنا اور شافعی اور حنبلی علماء کے اقوال کو خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کے نام سے شائع کرنا۔ اس علاقہ کے متواتر اصول یہی چلے آ رہے تھے کہ حدیث جو ہم تک پہنچی ہے یا تو اتصال کامل سے پہنچی ہوگی کہ ہر زمانے میں اس کے ناقل اتنے لوگ ہوں گے کہ ان کی کثرت اور عدالت اور مقامات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ان کا جھوٹ پر اتفاق محال ہوگا، اس کو متواتر کہتے ہیں یا ایسا اتصال ہوگا جس میں صورتہ شبہ ہو، اس طرح کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں تو وہ خبر واحد کے درجہ میں ہو، تابعین اور ان کے بعد والے زمانے میں اس کے نقل کرنے والے اتنے ہو گئے ہوں کہ عقل کے نزدیک ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو اس کو مشہور کہتے ہیں اور اگر حدیث خیر القرون میں یعنی صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں مشہور نہ ہوئی ہو تو اس کو خبر واحد کہتے ہیں۔ پھر خبر واحد کے راویوں پر بحث کی جاتی ہے نہ کہ متواترات کی اسناد راویوں کی بحث کے لئے تلاش کی جاتی ہیں۔ علی زئی نے متواترات پر نشتر چلانے شروع کر دیئے ہیں، پھر خبر واحد کے قبول کرنے کے لئے یہ بھی شرط تھی کہ وہ قرآن پاک یا سنت معروفہ کے خلاف نہ ہو اور کسی حادثہ مشہورہ کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو، اگر حادثہ مشہورہ سے اس کا تعلق ہو، مثلاً نماز میں عام پیش آنے والا مسئلہ تو اس میں خبر واحد حجت نہیں اور راوی اگر خود اپنی روایت پر عمل نہ کرے تو بھی وہ روایت قابل اعتبار نہیں ہوتی بشرطیکہ وہ روایت کسی پر مخفی رہنے والی نہ ہو۔ نیز اس خبر واحد کا دوسری خبر واحد سے تعارض بھی نہ ہو، ان اصولوں پر رفع یدین والی حدیث کو پرکھا جائے تو وہ قابل عمل نہیں رہتی۔ اسی وجہ سے اس علاقے کے بڑے بڑے اولیاء اللہ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ اب علی زئی ان مذکورہ اصولوں کی تردید قرآن و سنت سے کر دے یا رفع یدین کو ان اصولوں کے مطابق کر دے تو اس کی محنت کچھ کام آئے گی ورنہ عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالنا ہی سمجھا جائے گا۔

نمبر ۹:

علی زئی نے علی محمد حقانی کے عنوان کے تحت ان کی نماز نبوی میں تضاد ذکر کیا ہے کہ مسح علی الجوبین میں یزید بن ابی زیاد ضعیف بھی ہے، مختلط اور شیعہ بھی لیکن جب مسئلہ رفع یدین آیا تو حقانی صاحب کے نزدیک یزید بن ابی زیاد ثقہ بھی ہے اور سچا بھی اور امام مسلمؒ نے اس سے روایت لی ہے، یعنی ایک راوی اپنی مرضی کی حدیث میں ہے تو ثقہ ہے اور اگر مرضی کے خلاف روایت میں ہے تو وہی ضعیف اور شیعہ وغیرہ ہے۔ (ملخص اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۲۴، ۲۵)

یہ جاننا ضروری ہے ایک حدیث یا اس کے راویوں کی تصحیح و تضعیف اجتہادی چیز ہے جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱ پر، پھر توثیق و تضعیف نسبت کے اعتبار سے بھی ہوتی ہے، مثلاً فضائل میں ایک شخص کی روایت معتبر ہے اور مسائل میں معتبر نہیں۔ محمد بن اسحاق مغازی کے امام ہیں مگر احکام میں جس روایت کو وہ اکیلے ذکر کریں اس میں نکارت ہوتی ہے۔ (میزان، صفحہ ۵۷۵، جلد ۳)

اسی طرح یزید بن ابی زیاد سے بخاری نے تعلیقاً روایت لی ہے اور مسلم اور صحاح اربعہ کا بھی راوی ہے۔ زیلعی نے ابن ابی لیلیٰ کو ضعیف بھی کہا اور یہ بھی کہا کہ ان کی نسبت صدق کی طرف ہے۔ اسی طرح یزید بن ابی زیاد مختلف فیہ راوی ہے۔ جرابوں پر مسح ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس وقت جائز ہے جب ان پر پورا چمڑا چڑھا ہوا ہو اور امام احمد کے نزدیک سادہ موٹی جرابوں پر بھی مسح جائز ہے۔ بہر حال سادہ باریک جرابوں پر (جو اتنی موٹی نہ ہوں کہ موٹاپے کی وجہ سے پاؤں پر نہ ٹھہر سکیں) مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ اس متروک عمل کے بارہ میں یزید کی روایت حجت نہیں سمجھی جائے گی اور ترک رفع یدین جو اس علاقے کا معروف عمل ہے اور اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ نیز قرآن پاک کے حکم خشوع کے بھی موافق ہے اس میں اس کی روایت قبول کر لی جائے گی۔

عام جرابوں پر مسح کا انکار تو ائمہ اربعہ کے ساتھ ساتھ میاں نذیر حسین صاحب سے فتاویٰ نذیریہ میں نیز فتاویٰ ثنائیہ عبدالرحمن مبارکپوری کی تحفۃ الاحوذی شمس الحق عظیم آبادی کی عون المعبود اور بہت سے غیر مقلدوں سے ثابت ہے۔ مولانا عبدالجبار غزنوی فرماتے ہیں جرابوں پر مسح کرنا حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور مغیرہ کی حدیث جو ترمذی میں ہے ضعیف ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۹، جلد ۱)

اسی طرح حسین بن محسن انصاری نے جرابوں پر مسح کی روایات پر جرح نقل کی ہے، پھر فرماتے ہیں کہ جرابوں اور چپلیوں پر مسح کی روایات شاذ ہیں جیسا کہ حافظ نے فرمایا۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۱۱۶، جلد ۱) تو مولوی علی محمد صاحب نے منکر عمل میں یزید کی روایت کو چھوڑ دیا اور معروف عمل (ترک رفع یدین) میں اس کو لے لیا اور جناب علی زئی صاحب نے اس علاقے کے معروف عمل میں یزید کو شیعہ لکھا۔ (نور العینین، صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۶)

نیز اس کو ضعیف کثیر الخطا لکھا اور تیس آدمیوں کی جرح اور پانچ کی توثیق نقل کی مگر ۲۰۰ء میں صلوٰۃ الرسول علی زئی کی تحقیق و تخریج سے چھپی اس میں لکھا کہ اس کی سند یزید بن ابی زیادہ کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن اسکے متعدد شواہد ہیں۔ (تسہیل الوصول، صفحہ ۸۱) یہ مسئلہ مسح علی الجورین کا تھا جو منکر اور اجماع کے خلاف تھا۔ اس میں تو شواہد کا سہارا دے رہا ہے اور شواہد بھی وہ جن کی مبارکپوری اور میاں نذیر حسین وغیرہ غیر مقلد بھی تردید کر چکے ہیں اور ترک رفع یدین میں صرف شواہد نہیں یزید بن ابی زیادہ کے متابع بھی عیسیٰ اور حکم ابوداؤد المدنیہ الکبریٰ مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند ابی یعلیٰ میں موجود ہیں۔

قارئین کرام! مسلم شریف کی روایت کو ذرا پھر غور سے دیکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آخر زمانہ میں بہت سے کذاب اور دجال پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس بعض وہ احادیث لائیں گے جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے سنی تک نہ ہوں گی، ان کے پاس نہ جانا اور نہ ان کو اپنے پاس آنے دینا، وہ تمہیں گمراہ کر دیں، تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دیں۔ اس کا مصداق علی زئی اور اس کے ساتھی ہیں کہ جرابوں پر مسح والے منکر مسئلہ میں تو یزید بن ابی زیاد کے شواہد تلاش کرتے ہیں اور اس علاقے کے منکر مسئلہ رفع یدین میں اس کے تابع اور شواہد کا انکار کر رہے ہیں اور

علی محمد حقانی پر یہ اعتراض ہے کہ وہ معروف مسائل پر یزید کی روایت کیوں قبول کر رہا ہے اور منکرات میں کیوں قبول نہیں کرتا۔ یہ بھی واضح رہے کہ تلقی بالقبول کے بعد سند کی جرح کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اس لئے ترک رفع یدین کو یہاں تلقی بالقبول ہے۔ اس کے راویوں پر جرح ہی جائز نہیں اور جو عمل مقبول نہ ہو اس پر جرح جائز ہوتی ہے۔ مولوی علی محمد صاحب نے اسی کے مطابق عمل کیا ہے۔

لطیفہ:

علی زئی نے ابو زرعہ کے قول: یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ کو جرح میں لکھا ہے۔ (نور العینین، صفحہ ۱۳۰) حالانکہ اس کا واضح مطلب ہے کہ شواہد اور متابعات میں حجت ہے، اسی طرح ابن عدی کے قول: مع ضعفہ یکتب حدیثہ کو بھی مذکورہ صفحہ میں جرح میں لکھا ہے حالانکہ اس سے واضح ہے کہ اس کا ضعف قوی نہیں، اسی طرح ابوداؤد کا قول: لا اعلم احداً ترک حدیثہ وغیرہ احب الی منہ جو واضح توثیق بلکہ جرح کی تردید ہے اس کو بھی جرح میں ذکر کیا ہے۔ فی اللجب پھر علی زئی نے تہذیب سے بھی جرح و تعدیل کے اقوال نقل کئے ہیں مگر اس میں جریر کا قول کہ یزید بن ابی زیاد عطاء سے اچھے حافظے والا تھا۔ (تہذیب التہذیب، صفحہ ۳۳۰، جلد ۱۱) نقل نہیں کیا۔

اسی طرح عبدالرحمن بن مہدی کا فرمان کہ: لیث بن ابی سلیم اور عطاء بن السائب اور یزید بن ابی زیاد میں سے میرے نزدیک لیث زیادہ اچھی حالت والا تھا۔ (ایضاً) بھی نقل نہیں کیا جس سے لیث کا احسن اور عطاء اور یزید کا حسن ہونا معلوم ہوتا ہے۔ نیز علی زئی نے نور العینین، صفحہ ۱۳۰ پر ابو عبد اللہ الحاکم کی جرح نصب الراية، صفحہ ۲۰۲، جلد ۱ کے حوالہ سے نقل کی ہے مگر اس کے ساتھ متصل ہی ابن دقین العید کا قول کہ یزید بن ابی زیاد اہل صدق میں شمار کیا گیا ہے اور ابوالحسن نے کہا، یزید بن ابی زیاد جدید الحدیث ہے اور امام مسلم نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں راویوں کی ایک قسم لکھی ہے جن کے بارہ میں فرمایا کہ ستر اور صدق اور تعاطی علم ان کو شامل ہے جیسے عطاء بن السائب اور یزید ابن ابی زیاد اور لیث بن ابی سلیم (نصب الراية، صفحہ ۲۰۲، جلد ۱) کیا ان توثیقی اقوال کو چھپانے کا علی زئی کو اللہ نے یا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا؟ پھر نور العینین میں جرح کے طور پر اس کے شیعہ ہونے کو متعدد جگہ ذکر کیا ہے حالانکہ علی زئی خود لکھتا ہے کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کو عام صحابہ پر تقدیم دینا تشیع ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ۲، صفحہ ۱۰)

پھر لکھتے ہیں کہ روایت حدیث میں اصل بات راوی کی عدالت اور ضبط ہے اور اس کا بدعتی مثلاً مرجی، شیعہ، قدری وغیرہ ہونا چنداں مضر نہیں ہے۔ (الحدیث ۲، صفحہ ۹) معلوم ہوا کہ یہ شیعہ ہونا اصل میں علی زئی کے نزدیک جرح نہیں، البتہ حنفی دلیل میں جرح بن جائے گی۔ ان واضح تضادات کا علی زئی صاحب کو فکر کرنا چاہئے۔ مولوی علی محمد صاحب کا جواب ہو چکا۔ ایک واضح مثال سے اس کو سمجھاتا ہوں کہ نسب کے ثابت ہونے میں ایک عورت یعنی دائی کی گواہی معتبر ہے مگر دعویٰ غصب اور چوری میں اس کی گواہی معتبر نہیں۔ دو مرد ہونے ضروری ہیں اور اگر زنا کی گواہی ہے تو ان دو مردوں کی گواہی کافی نہیں ہوگی بلکہ چار مرد ہونے ضروری ہیں، اسی طرح جس مسئلے کو تلقی بالقبول حاصل ہے اس میں یزید کی روایت معتبر اور ایسے مسئلے میں جس کو تلقی بالقبول حاصل نہیں اس میں اس کی روایت معتبر نہ ہوگی۔

نمبر ۱۰

اس نمبر میں علی زئی نے حضرت مولانا مفتی محمد ولی درویش کی دو عبارتوں میں تعارض پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ انہوں نے اپنی پشتو کی کتاب "در رسول اللہ موح" (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز) میں آپ نے من السنۃ سے مراد سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یہاں مسئلہ

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا تھا اور دوسرے رسالے "کیا نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنا سنت ہے؟" میں لکھا کہ صحابی کا قول من السنۃ مرفوع کے حکم میں نہیں ہے۔ صفحہ ۲ وغیرہ (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۲۵)

الجواب:

علی زئی صاحب دوسروں کو تو کہتے ہیں کہ میری کتاب کو متن بنا کر جواب لکھیں تو معتبر ہوگا مگر خود دوسروں کی تردید کرتے ہوئے پوری عبارت جو مسئلہ سے متعلق ہو وہ بھی نہیں لکھتے۔ حضرت مولانا محمود ولی درویشؒ نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بارہ میں جو فرمایا ہے کہ سنتوں سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس جگہ سنت رسول ہونے کی دلیل بھی دی تھی اس کو چھوڑ دیا، اسی طرح جنازہ میں فاتحہ کے پڑھنے کے بارہ میں بھی پوری عبارت ذکر نہیں کی۔

اصل قصہ یہ ہے کہ خاکی جان نامی شخص نے یہ لکھا تھا کہ جناب عبداللہ بن عباسؓ نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھ کر سنت کا اطلاق کیا تو اس سے ان کی مراد سنت نبوی ہے اور انہوں نے نصب الراية اور مستدرک حاکم سے یہ استدلال نقل کیا تھا کہ صحابیؓ کے لفظ سنت سے مراد سنت نبوی ہوتی ہے اور حاکم نے اس پر اجماع کا دعویٰ بھی کیا تھا تو مولانا محمود ولی درویشؒ نے ربیع الاول ۱۴۱۸ھ میں ان کے رد میں لکھا کہ اس بارہ میں عرض ہے کہ یہ شوافع کا وضع کردہ اصول ہیں۔ احناف کے ہاں یہ اصول نہیں۔ پھر احناف کا مذہب طحاوی اور سرخسی کے حوالوں سے نقل کیا من السنۃ سے ضروری نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سنت مراد ہو، صحابہ کرامؓ کی سنت بھی مراد ہو سکتی ہے، یہ بات کہ سنت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سنت ہوگی یہ امام شافعیؒ کا قول قدیم ہے۔ قول جدید میں وہ بھی دلیل سے تعیین کی ضرورت سمجھتے ہیں۔

پھر مولانا نے فرمایا تھا کہ نماز جنازہ میں فاتحہ سنت رسول نہیں ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی صحیح حدیث کے ساتھ پڑھنا ثابت نہیں۔ (کیا نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا سنت ہے؟ صفحہ ۱۵) یعنی سنت دائمی عمل کو کہتے ہیں اور اس کا تو پڑھنا بھی کسی صحیح غیر معارض حدیث سے ثابت نہیں چہ جائیکہ دوام ثابت ہو اور حضرت ابن عباسؓ نے اگر پڑھی تو ان پر اعتراض ہوا اور جس عمل پر صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں اعتراض ہو وہ سنت نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اعتراض اس عمل کے متروک ہونے کی دلیل ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں جو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت رسول قرار دیا اس کا حوالہ ابن قدامہ کا حاشیہ میں ذکر کیا تھا کہ سنت سے مراد سنت نبوی ہے۔ (صفحہ ۱۳۵، حاشیہ ۱)

اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر نہ تو صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں اعتراض ہوا اور نہ یہ عمل متروک تھا بلکہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا اس پر عمل تھا جیسا کہ ترمذیؒ نے نقل کیا اور مغنی ابن قدامہ میں بعض صحابہ کرامؓ اور تابعین کے نام بھی ذکر فرمائے جو ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے، پھر اس علاقے کا متواتر عمل بھی ہے۔ خشوع فی الصلوٰۃ کے بھی موافق ہے تو ان قرائن سے من السنۃ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سنت ہوگی۔

نوی نے من السنۃ کذا میں جمہور کا قول اس کے مرفوع ہونے کا ذکر کیا تھا۔ علامہ سیوطیؒ نے اس کی مثال میں فرمایا: کقول علیؓ من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرة اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو سیوطیؒ نے استدلال کر کے اس حدیث کی تصحیح کردی اور دوسرا اس کا مرفوع ہونا تسلیم کر لیا۔

نوٹ :

یہ دس نمبر وہ تھے جس کی وجہ سے علی زئی نے حضرت اوکاڑویؒ کے جواب کو نامکمل کہا تھا حالانکہ تراویح کے اصل موضوع کے ساتھ ان کا کوئی دُور کا تعلق نہیں تھا۔ ہم نے بہر حال ان میں بھی علی زئی کا شوق پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں اور غلط و سو سے ڈالنے والوں کے شر سے اُمت کو محفوظ فرمائیں۔ آمین!